66

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ، 13۔اگست 2013

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ اور نعت رسول مقبول ﷺ

سوالات

(محکمہ صحت)

نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات

68

صوبائی اسمبلی پنجاب

سولھویں اسمبلی کا چوتھا اجلاس

منگل،13۔اگست2013

(یوم الثلاثۃ،5۔شوال المکرم1434ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 11بج کر15منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر رانا محمد اقبال خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری نور محمد نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِo

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱذۡكُرُواْ ٱللَّهَ ذِكۡرٗا كَثِيرٗا ﴿٤١﴾ وَسَبِّحُوهُ بُكۡرَةٗ وَأَصِيلًا ﴿٤٢﴾ هُوَ ٱلَّذِي يُصَلِّي عَلَيۡكُمۡ وَمَلَٰٓئِكَتُهُۥ لِيُخۡرِجَكُم مِّنَ ٱلظُّلُمَٰتِ إِلَى ٱلنُّورِۚ وَكَانَ بِٱلۡمُؤۡمِنِينَ رَحِيمٗا ﴿٤٣﴾

سورۃ الاحزاب آیات41تا43

اے اہل ایمان اللہ کا بہت ذکر کیا کرو(41)اور صبح اور شام اس کی پاکی بیان کرتے رہو(42)وہی تو ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی تاکہ تم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے۔اور اللہ مومنوں پر مہربان ہے(43)

وماعلینا الاالبلاغo

نعت رسولِ مقبول ﷺ الحاج اختر حسین قریشی نے پیش کی۔

نعت رسولِ مقبول ﷺ

میرے سینے میں یاد محمدؐ ہونٹوں پہ ذکر مدینہ
تاجدارِ حرم کے کرم سے آ گیا زندگی کا قرینہ
اُن کی چشمِ کرم کی عطا ہے میرے سینے میں اُن کی ضیاء ہے
یاد سلطانِ طیبہ کے صدقے میرا سینہ ہے مثلِ نگینہ
ہر خطا پر میری چشم پوشی ہر طلب پر عطاؤں کی بارش
مجھ گنہگار پر کس قدر ہیں مہرباں تاجدارِ مدینہ
دل شکستہ ہے میرا تو کیا غم اس میں رہتے ہیں شاہِ دو عالم
جب سے مہماں ہوئے ہیں وہ دل میں دل میرا بن گیا ہے مدینہ

لوکل گورنمنٹ کے نئے نظام پر بحث کے لئے
قواعد کی معطلی کی تحریک

وزیر انسانی حقوق واقلیتی امور / صحت (جناب خلیل طاہر سندھو): جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب بابت 1997 کے قاعدہ 234 کے تحت قاعدہ 27، قاعدہ 42 قاعدہ 71، قاعدہ 84 اور دیگر قواعد کو معطل کر کے نئے لوکل گورنمنٹ سسٹم پر عام بحث کی اجازت دی جائے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب بابت 1997 کے قاعدہ 234 کے تحت قاعدہ 27، قاعدہ 42 قاعدہ 71، قاعدہ 84 اور دیگر قواعد کو معطل کر کے نئے لوکل گورنمنٹ سسٹم پر عام بحث کی اجازت دی جائے۔"

یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور اب سوال یہ ہے کہ:

"قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب بابت 1997 کے قاعدہ 234 کے تحت قاعدہ 27، قاعدہ 42، قاعدہ 71، قاعدہ 84 اور دیگر قواعد کو معطل کر کے نئے لوکل گورنمنٹ سسٹم پر عام بحث کی اجازت دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

قواعد معطل ہونے کی وجہ سے وقفہ سوالات نہ ہو سکا اس لئے تمام نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات ایوان کی میز پر رکھے گئے

سوالات

(محکمہ صحت)

لاہور: ہسپتالوں میں برن یونٹ و بستروں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*21: میاں نصیر احمد: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) لاہور میں موجود کون کون سے سرکاری ہسپتالوں میں برن یونٹ موجود ہیں، ان میں بستروں کی تعداد کیا ہے ہر ہسپتال کی علیٰحدہ علیٰحدہ فہرست فراہم کی جائے؟

(ب) ان ہسپتالوں میں جلے ہوئے مریضوں کے داخلے کی اوسط تعداد کیا ہے؟

(ج) جلے ہوئے مریضوں کو علاج کے حوالے سے کیا کیا سہولیات ہسپتالوں میں فراہم کی جا رہی ہیں؟

وزیر صحت (جناب خلیل طاہر سندھو):

(الف) لاہور میں میو ہسپتال میں برن یونٹ موجود ہے جو کہ آٹھ بیڈز پر مشتمل ہے یہ برن یونٹ سرجری وارڈ سے منسلک ہے لہذا اگر ایمرجنسی میں مزید بیڈز کی ضرورت پڑے تو سرجری وارڈ سے مہیا کر دیئے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ جناح ہسپتال لاہور میں 65 بیڈز پر مشتمل برن یونٹ کی عمارت مکمل ہو چکی ہے۔ برن یونٹ کے equipment کی خریداری کے لئے Tenders جاری ہو چکے ہیں۔ جن میں سے چند equipment آچکی ہیں اور امید ہے کہ یہ برن یونٹ اکتوبر کے آخر میں کام شروع کر دے گا۔ اس کے علاوہ لاہور کے ہر تدریسی ہسپتال کے سرجری وارڈ میں جلے ہوئے مریضوں کے علاج معالجہ کے لئے علیٰحدہ سے بیڈز مختص کئے گئے ہیں جہاں پر سرجری کے ماہر سرجنز کی نگرانی میں تمام سہولیات بشمول سرجری کی سہولت بھی مہیا کی جاتی ہے کیونکہ جنرل سرجن ایسے مریضوں کے علاج معالجہ کے لئے تربیت یافتہ ہوتے ہیں اسی طرح یکی گیٹ ہسپتال لاہور کے بھی ٹراما سنٹر میں تین بیڈز پر مشتمل برن یونٹ قائم کیا گیا ہے جہاں پر جلے ہوئے مریضوں کو تمام سہولیات فراہم کی جاتی ہیں۔

(ب) میو ہسپتال کے برن یونٹ میں سال 2012 میں 173 مریض داخل ہوئے جبکہ 2013 میں جولائی تک 73 مریض داخل کئے گئے ہیں اس طرح ماہانہ تقریباً 13 مریض داخل ہوتے ہیں۔

(ج) جلے ہوئے مریضوں کو تمام طبی سہولیات بشمول ابتدائی طبی امداد، زخموں کو دھونا، مرہم پٹی کرنا، Isolation وارڈ میں رکھنا، تربیت یافتہ عملہ کے ذریعے ادویات وغیرہ مہیا کی جاتی ہیں اور اگر جلے ہوئے مریض کو پلاسٹک سرجری کی ضرورت ہو تو اس کی پلاسٹک سرجری بھی کی جاتی ہے۔

خسرہ کی بیماری پر کنٹرول کرنے کی تفصیلات

*38: جناب احمد شاہ کھگہ: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ صوبہ پنجاب بالخصوص لاہور شہر میں خسرہ جیسے موذی مرض سے بچوں کی اموات واقع ہو رہی ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ لاہور میں چھوٹے بڑے تمام ہسپتالوں اور ڈسپنسریوں میں خسرہ کی ویکسینیشن دستیاب ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ جس علاقہ اور گھر میں خسرہ کی تشخیص ہو جاتی ہے، اس گھر کے اردگرد رہنے والے تمام بچوں کی ویکسینیشن کی جاتی ہے؟

(د) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت خسرہ جیسے موذی مرض کو کنٹرول کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر صحت (جناب خلیل طاہر سندھو):

(الف) یہ درست ہے کہ صوبہ پنجاب میں خسرہ کی وباء ہے اور اس سے بچوں کی اموات واقع ہو رہی ہیں۔

(ب) یہ بھی درست ہے کہ لاہور اور پنجاب کے دوسرے اضلاع میں کسی بھی جگہ خسرہ کی ویکسین کی کمی نہ ہے۔

(ج) اس ضمن میں عرض ہے کہ جس گھر میں خسرہ کی تشخیص ہو جاتی ہے وہاں اور اردگرد کے تین کلومیٹر کے علاقہ میں Mass Measles Vaccination فوری کی جاتی ہے اور خسرہ سے بچاؤ کے انجکشن لگائے جاتے ہیں۔

(د) نومبر2012 میں صوبہ سندھ سے شروع ہوئی جو ابھی تک جاری ہے۔ محکمہ صحت حکومت پنجاب نے صوبہ میں خسرہ کے کنٹرول کے لئے تمام احتیاطی اقدامات کئے۔ پنجاب کے مختلف اضلاع میں دسمبر 2012 سے خسرہ کے کیسز سامنے آنا شروع ہوئے، جواب تک جاری ہیں۔ پنجاب میں بیماری کی روک تھام اور ویکسینیشن کی بہتری کے لئے مندرجہ ذیل اقدامات کئے گئے۔

1۔ محکمہ صحت نے 29۔نومبر 2012 کو مختلف اضلاع میں خسرہ کی روک تھام کے لئے گائیڈ لائنز بھجوائیں اور دسمبر 2012 میں تمام (EDOs(Health کو الرٹس جاری کئے۔

2۔ دسمبر 2012 میں ضلع رحیم یار خان کی تحصیل صادق آباد اور ضلع راجن پور کی تحصیل روجھان جو کہ صوبہ سندھ کے ساتھ ملحقہ ہیں وہاں 6 ماہ سے 10 سال کے بچوں کو خسرہ کے حفاظتی ٹیکے لگائے گئے تاکہ اس کے پھیلاؤ کو روکا جاسکے۔

3۔ 3۔جنوری 2013 کو ای پی آئی سٹیئرنگ کمیٹی کی میٹنگ ہوئی جس میں ڈائریکٹر جنرل ہیلتھ پنجاب، ڈائریکٹر ای پی آئی پنجاب، امراض بچگانہ کے پروفیسرز اور WHO اور یونیسیف کے نمائندوں نے شرکت کی تاکہ صوبہ میں خسرہ کے کنٹرول کے لئے پالیسی وضع کی جاسکے۔

4۔ 2013-01-07 کو صوبائی سطح پر خسرہ کانفرنس منعقد کی گئی جس کی صدارت وزیراعلیٰ پنجاب کے مشیر خواجہ سلیمان رفیق نے کی۔ اس کانفرنس میں تمام ڈویژن کے ڈائریکٹرز ہیلتھ، 36 اضلاع کے ای ڈی اوز (صحت)، ٹیچنگ ہسپتالوں کے ایم ایس صاحبان اور WHO اور یونیسیف کے نمائندوں نے شرکت کی۔ خسرہ کے کنٹرول کے لئے تمام ای ڈی اوز کو ہدایات جاری کی گئیں۔ ٹیچنگ ہسپتالوں کے ایم ایس صاحبان کو خسرہ کے مریضوں کی روزانہ رپورٹنگ کے لئے ہدایات دی گئیں۔

5۔ 9۔فروری 2013 کو چیف سیکرٹری پنجاب نے تمام اضلاع کے ڈی سی اوز کو خسرہ کنٹرول کے لئے کئے جانے والے اقدامات میں تعاون کی ہدایات جاری کیں۔

6۔ PITB کے تعاون سے آن لائن ڈیٹا ٹرانسفر کا سسٹم جاری کیا گیا۔

7۔ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا میں خسرہ کے حوالے سے آگاہی مہم شروع کی گئی۔

8۔ تمام ٹیچنگ ہسپتالوں میں ڈی ایچ کیو، ٹی ایچ کیو اور دیہی مراکز صحت میں خسرہ کے مفت علاج کے لئے علیحدہ وارڈ قائم کئے گئے۔

9۔ صوبے میں خسرہ کی ویکسین کی کوئی کمی نہ ہے۔

10۔ 20۔اپریل سے 7۔مئی 2013 کے دوران لاہور میں خسرہ کی خصوصی مہم چلائی گئی جس کے دوران 6 ماہ سے 10 سال تک کے 26 لاکھ بچوں کو خسرہ کے حفاظتی ٹیکے لگائے گئے۔

11- WHOاور یونیسیف کے تجزیہ کے مطابق 95فیصد سے زائد بچوں کو ٹیکے لگائے گئے۔اب لاہور میں خسرہ سے متاثرہ بچوں کی تعداد میں خاطر خواہ کمی ہو گئی ہے۔

12- 13-2012کے دوران حکومت پنجاب نے اپنے ذرائع سے 701ملین روپے کی ویکسین خرید کی۔

13- پنجاب کے 12اضلاع میں خسرہ مہم 24-جون سے شروع ہو چکی ہے جبکہ مزید6اضلاع میں 28-جون سے شروع کی جائے گی اور باقی 17اضلاع میں جولائی کے پہلے ہفتے میں شروع کی جائے گی۔

14- 13-06-07کو وزیر اعلیٰ پنجاب کی زیر صدارت ایک اعلیٰ سطحی اجلاس میں صوبے میں خسرہ کی صورتحال کا جائزہ لیا گیا۔وزیر اعلیٰ پنجاب نے تمام صوبے میں خسرہ مہم چلانے کا حکم دیا اور چیف سیکرٹری پنجاب کو خسرہ کی صورت حال کے بارے میں باقاعدہ میٹنگ کرنے کی ہدایات جاری کیں ۔ انہوں نے مزید کہا کہ خسرہ کے نازک مریضوں کو سینئر سپیشلسٹ ڈاکٹروں کی زیر نگرانی(آئی سی یو)اور سپیشل وارڈ میں رکھا جائے اور سینئر ڈاکٹرز شام کے وقت بھی خسرہ کے مریضوں کو چیک کیا کریں۔

15- خسرہ مہم کے دوران مانیٹرنگ کے لئے مختلف اضلاع میں صوبائی سیکرٹریز کا بھی تقرر کیا گیا ہے۔

16- 19-جون 2013کو جناب وزیر اعلیٰ پنجاب نے خسرہ اور ڈینگی کی روک تھام کے لئے منعقد اجلاس کی صدارت کی جس میں خسرہ کے خلاف مہم کا جائزہ لیا گیا اور احکامات صادر کئے گئے۔

17- فیز-I میں پنجاب کے 18اضلاع میں خسرہ مہم کے دوران 16ملین بچوں کو حفاظتی ٹیکے لگائے جائیں گے۔یہ مہم 24-جون سے شروع کی گی ہے جو کہ 7-جولائی تک جاری رہی۔ اس مہم میں اب تک ایک کروڑ پانچ لاکھ سے زائد بچوں کو ٹیکے لگائے جا چکے ہیں جبکہ اس سال کے آخر میں باقی اضلاع میں خسرہ مہم کی فیز-II مکمل کی جائے گی۔

ساہیوال ڈویژن: غیر قانونی میڈیکل سٹورز کی تفصیلات

*39: جناب احمد شاہ کھگہ: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ساہیوال ڈویژن کے تمام اضلاع میں میڈیکل سٹورز اور میڈیکل پریکٹیشنرز بغیر لائسنس ادویات فروخت کرتے ہیں؟

(ب) اگر جواب اثبات میں ہے تو 2008سے اب تک ایسے کتنے میڈیکل سٹورز اور پریکٹیشنرز کے چالان کئے جا چکے ہیں اور ان کی موجودہ پوزیشن کیا ہے، تفصیل فراہم کی جائے؟

وزیر صحت (جناب خلیل طاہر سندھو):

(الف) ادویات کا کاروبار کرنے کے لئے ڈرگ سیل لائسنس بنوانا ہر فارمیسی اور میڈیکل سٹور والے کی ذمہ داری ہے۔ پروپرائیٹر قانوناً پابند ہے کہ ادویات کی خرید وفروخت کرنے سے ڈرگ سیل لائسنس متعلقہ لائسنسنگ اتھارٹی (ای ڈی او ہیلتھ) سے بنوائے اور ادویات کو کوالیفائیڈ پرسن کی موجودگی میں فروخت کرے۔ لائسنس بننے والی تمام شرائط پوری ہونے پر سائٹ کی انسپکشن کی جاتی ہے اور انسپکشن کے بعد انہیں لائسنس جاری کر دیا جاتا ہے۔ بغیر لائسنس ادویات کی خرید وفروخت روکنے کے لئے ایک مربوط نظام موجود ہے، ڈرگز انسپکٹرز اپنے حلقہ میں موجود میڈیکل سٹورز اور فارمیسیز کا معمول کے مطابق دورہ کرتے رہتے ہیں اور اگر کوئی بھی شخص بغیر لائسنس ادویات کا کاروبار کرتا پایا جائے تو اس کا چالان کر دیا جاتا ہے ایگزیکٹو ڈسٹرکٹ آفیسر زہیلتھ ساہیوال، اوکاڑہ اور پاکپتن شریف کی رپورٹس کے مطابق ان کے اضلاع میں اس وقت کوئی بھی فارمیسی یا میڈیکل سٹور بغیر لائسنس کے نہیں چل رہا تاہم اگر ان کے نوٹس میں کوئی میڈیکل سٹور آتا ہے جو کہ بغیر لائسنس کے ہو تو اس کا فوراً چالان کر دیا جاتا ہے اور قانون کے مطابق سخت کارروائی کی جاتی ہے میڈیکل ڈاکٹر یا میڈیکل پریکٹیشنرز جو کہ پاکستان میڈیکل اینڈ ڈینٹل کونسل کے ساتھ رجسٹرڈ ہو وہ اپنے کلینک میں صرف indoor مریضوں کے لئے ادویات کی dispensing بغیر لائسنس کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی بھی پریکٹیشنر بغیر ڈرگ سیل لائسنس کے ادویات رکھ سکتا ہے اور نہ ہی ان کی خرید وفروخت کر سکتا ہے۔

(ب) ایگزیکٹو ڈسٹرکٹ آفیسر زہیلتھ ساہیوال، اوکاڑہ اور پاکپتن شریف کی رپورٹس کے مطابق 2008 سے لے کر اب تک ساہیوال ڈویژن کے چالانوں کی تعداد درج ذیل ہے۔

نام ضلع	تعداد چالان	مقدمات جن کا عدالت فیصلہ سنا چکی ہے۔	زیر التواء مقدمات
ساہیوال	35	20	15
اوکاڑہ	65	28	37
پاکپتن شریف	08	05	03

رحیم یار خان: شیخ زید ہسپتال میں ڈائیلسز مشینوں سے متعلقہ تفصیلات

*50: قاضی احمد سعید: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) شیخ زید ہسپتال رحیم یار خان میں گردوں کی صفائی کے لئے کتنی مشینیں فراہم کی گئی ہیں؟
(ب) کیا یہ درست ہے کہ ایک کے سوا ساری مشینیں خراب ہیں۔ جو مشینیں خراب ہیں یہ کب سے خراب ہیں اور کیوں، یہ مشینیں کب تک ٹھیک ہو جائیں گی؟

وزیر صحت (جناب خلیل طاہر سندھو):

(الف) شیخ زید ہسپتال رحیم یار خان میں گردوں کی صفائی کے لئے دس مشینیں فراہم کی گئی ہیں۔
(ب) جی نہیں۔ یہ درست نہ ہے، بلکہ اس وقت شیخ زید ہسپتال رحیم یار خان میں گردوں کی صفائی کی سات مشینیں صحیح حالت میں کام کر رہی ہیں اور مریضوں کو صحت کی سہولیات بہم پہنچا رہی ہیں جبکہ باقی تین مشینیں خراب ہیں جو کہ ناقابل مرمت ہیں اور اپنی مدت پوری کر چکی ہیں۔ ان کو condemn کروانے کے لئے طریق کار تکمیل کے مراحل میں نہ ہے۔ ڈائیلسز مشینوں کی سروس اور مرمت Karachi(Toray) اور Freshens(Lahore) کمپنیاں کرتی ہیں۔

بہاولپور۔ وکٹوریہ ہسپتال میں ڈائیلسز مشینوں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*55: ڈاکٹر سید وسیم اختر: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) بہاول وکٹوریہ ہسپتال میں گردوں کی صفائی کے لئے کتنی ڈائیلسز مشینیں فراہم کی گئی ہیں؟
(ب) ان میں سے کتنی مشینیں چالوں حالت میں ہیں اور کتنی خراب ہیں؟
(ج) جب مشینیں خراب ہوتی ہیں تو مرمت کروانے کا کیا طریق کار ہے اس طریق کار پر بروقت عمل کیوں نہیں ہوتا؟
(د) یہ تمام مشینیں کب تک درست ہو جائیں گی؟

وزیر صحت (جناب خلیل طاہر سندھو):

(الف) بہاول وکٹوریہ ہسپتال میں گردوں کی صفائی کے لئے 113 ڈائیلسز مشینیں فراہم کی گئی ہیں۔
(ب) مذکورہ ہسپتال میں اس وقت گردوں کی صفائی کی تمام مشینیں چالو حالت میں ہیں اور کوئی بھی مشین خراب نہ ہے۔
(ج) جو مشین خراب ہو جاتی ہے، اگر مشین وارنٹی میں ہو تو متعلقہ کمپنی کے انجینئر کو بلوا کر چیک کروائی جاتی ہے اور متعلقہ کمپنی اسے دوبارہ ٹھیک کرتی ہے اور اگر وارنٹی ختم ہو چکی ہو تو پھر

ٹینڈر اشتہار اخبار میں دیا جاتا ہے اور کم بولی دینے والی فرم سے خراب مشین کو ٹھیک کروایا جاتا ہے اور اس عمل میں کوئی تاخیر نہ کی جاتی ہے۔

(د) مذکورہ ہسپتال میں اس وقت کوئی بھی ڈائیلسز مشین خراب نہ ہے بلکہ تمام مشینیں صحیح ہیں اور مریضوں کو طبی سہولیات فراہم کر رہی ہیں۔

لاہور۔پی آئی سی میں بیڈز کی تعداد و دیگر تفصیلات

*92: میاں محمد اسلم اقبال: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی کتنے بستروں پر مشتمل ہے اور اس کا سال 13-2012 کا بجٹ کتنا ہے؟

(ب) کیا حکومت اس کو توسیع دینے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک؟

(ج) یہاں جو کنٹریکٹ ملازمین ہیں کیا حکومت ان کو مستقل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو کیوں؟

(د) یہاں پر سی ای او(CEO) لگانے کا کیا criteria ہے؟

(ہ) یہاں پر 13-2012 میں کل کتنے مریضوں کا سرکاری اخراجات پر علاج ہوا، کل کتنے مریض زکوٰۃ فنڈ سے مستفید ہوئے؟

وزیر صحت (جناب خلیل طاہر سندھو):

(الف) پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی لاہور 347 بیڈز پر مشتمل ہے اس کا سال 13-2012 کا کل بجٹ ایک ارب، 40 کروڑ، 14 لاکھ 80 ہزار روپے ہے۔ تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) سر دست پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی، لاہور کی توسیع کا کوئی منصوبہ نہ ہے۔

(ج) حکومت پنجاب اب تمام میڈیکل آفیسرز اور وومن میڈیکل آفیسرز کو بذریعہ PPSC مستقل بنیادوں پر بھرتی کر رہی ہے۔ تاہم گریڈ 1 سے 15 تک کے کنٹریکٹ پر بھرتی دیگر ملازمین کو مستقل کرنے کے لئے حکومت پنجاب نے بذریعہ نوٹیفکیشن نمبری 5-3/13 DS(O&M)(S&GAD) بتاریخ 01-03-2013 صوبائی اور ضلعی سطح پر محکمانہ کمیٹیاں تشکیل دی ہیں۔ نوٹیفکیشن کی کاپی Annex-A ایوان کی میز پر رکھ دی گئی

ہے۔اسی طرح گریڈ16اوراوپر کے ملازمین کو مستقل کرنے کے لئے علیٰحدہ نوٹیفکیشن نمبر 13/ DS(O&M)(S&GAD)5-3بتاریخ 2013-03-01جاری کیا ہے۔ محکمہ صحت حکومت پنجاب نے مذکورہ نوٹیفکیشن تمام محکموں کے سربراہان کو بذریعہ چٹھی نمبر 13/ E&A(HEALTH)2-13مورخہ 13-03-09کومزید کارروائی کے لئے بھیج دیا ہے۔

(د) پنجاب میڈیکل اینڈ ہیلتھ انسٹیٹیوشینز ایکٹ 2001 کے سیکشن 7 کے تحت بورڈ آف مینجمنٹ اپنی تجاویز وسفارشات ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ کو بھجواتا ہے۔یہ سفارشات گریڈ20کے سینئر پروفیسرز پر مشتمل ہوتی ہیں جس پر وزیراعلیٰ پنجاب ایک سمری پر منظوری دیتا ہے۔

(ہ) سال 13-2012 میں پی آئی سی،لاہور میں کل 3لاکھ 79ہزار 1سو 85مریضوں کا علاج سرکاری خرچے پر ہوا۔ تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے جبکہ 189مریض زکوٰۃ فنڈ سے مستفید ہوئے۔ تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

لاہور:سروسز ہسپتال سمن آباد کی تکمیل ودیگر تفصیلات

*94: میاں محمد اسلم اقبال:کیاوزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) سروسز ہسپتال سمن آباد لاہور جو کہ 40بستروں پر مشتمل تھا کب تک مکمل ہو جائے گا مذکورہ ہسپتال2009 میں مکمل ہونا تھاجو کہ نہیں ہوا،وجہ بیان کی جائے؟

(ب) ہسپتال کے ابتدائی نقشہ اور موجودہ نقشہ میں کیاتبدیلی کی گئی ہے؟

(ج) ہسپتال میں ڈاکٹرز اور نرسز کی رہائش گاہیں کب تک بن جائیں گی؟

(د) مذکورہ ہسپتال میں پارکنگ کی تفصیلات بیان کی جائیں؟

(ہ) یہاں کون سے شعبہ جات شروع کئے جائیں گے؟

وزیر صحت(جناب خلیل طاہر سندھو):

(الف) سمن آباد میں ہسپتال کی تعمیر کی منظوری2009 میں نہ ہوئی ہے بلکہ 25بستروں پر مشتمل ہسپتال کی تعمیر کی منظوری 12۔اپریل2012 کو ہوئی جس کا تخمینہ لاگت 176.465ملین روپے ہے۔ تخمینہ لاگت کی کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔اس کا کل رقبہ پانچ کنال تین مرلہ ہے۔ PC-Iفارم کے مطابق مذکورہ ہسپتال کی تعمیر جون 2014تک مکمل ہونی متوقع ہے۔

(ب) پہلے 40/60 بستروں پر مشتمل ہسپتال کی تعمیر زیر غور تھی لیکن جگہ کی کمی کے باعث ہسپتال کو25 بستروں تک محدود کر دیا گیا ہے۔
(ج) جگہ کی کمی کے باعث ڈاکٹرز اور نرسز کی رہائش گاہوں کی تعمیر کا منصوبہ شامل نہ ہے۔
(د) پارکنگ کے لئے basement کو تجویز کیا گیا ہے۔
(ہ) مذکورہ ہسپتال میں زچہ بچہ ، سرجری ،ڈینٹل ،ہومیو پیتھک اور جنرل میڈیسن کے شعبہ جات شروع کئے جائیں گے۔

لاہور: پی آئی سی کی ایمرجنسی میں توسیع کا معاملہ

*97: جناب اعجاز خان: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔
(الف) کیا یہ درست ہے کہ پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی لاہور کی ایمرجنسی صرف 25تا30 بیڈز پر مشتمل ہے جو کہ بہت کم بستر ہیں؟
(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ یہاں پر آنے والے مریضوں کو بیڈ کی بجائے ویل چیئر پر ہی طبی امداد دی جاتی ہے جس سے دل کے مریضوں کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟
(ج) کیا حکومت پنجاب فوری طور پر اس مسئلہ کو حل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر صحت (جناب خلیل طاہر سندھو):
(الف) پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی لاہور 347 بیڈز پر مشتمل ہے جبکہ اس کی ایمرجنسی 30 بیڈز پر مشتمل ہے اور ضرورت پڑنے پر پانچ اضافی بیڈز لگا دیئے جاتے ہیں۔
(ب) اگر مریضوں کی تعداد مقررہ35 بیڈز کی تعداد سے زیادہ ہو جائے اور اگر کسی مریض کی حالت زیادہ سیریس ہو تو ہنگامی بنیادوں پر اضافی بستر مہیا کر دیئے جاتے ہیں۔
(ج) حکومت پنجاب عوام کو بہترین طبی سہولیات مہیا کرنے کے لئے رات دن کوشاں ہے۔تاہم ایمرجنسی کی توسیع کے لئے پی آئی سی کی انتظامیہ کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اس کے لئے قابل عمل منصوبہ منظوری کے لئے پیش کرے۔

لاہور: چلڈرن ہسپتال میں تھیلیسیمیا کے مریض بچوں اور لواحقین کو مناسب سہولیات فراہم کرنے کا معاملہ

*100: میاں نصیر احمد: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ صوبائی دارالحکومت لاہور میں تھیلیسیمیا کے مریض بچوں کے لئے صرف چلڈرن ہسپتال میں علاج کیا جاتا ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ تھیلیسیمیا کے مریض بچوں کے لئے چلڈرن ہسپتال میں مناسب بندوبست نہ ہے، ایک ایک بستر پر ایک سے زائد مریض بچے پڑے رہتے ہیں؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ وہاں صفائی کے معیار کا خیال نہیں رکھا جاتا؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ بچوں کے لواحقین کے لئے اٹھنے بیٹھنے کا مناسب انتظام نہ ہے؟

(ہ) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت اس سلسلے میں کب تک اور کیا اقدامات اٹھانے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر صحت (جناب خلیل طاہر سندھو):

(الف) یہ درست نہ ہے کہ صوبائی دارالحکومت لاہور میں تھیلیسیمیا کے مریض بچوں کا علاج صرف چلڈرن ہسپتال لاہور میں ہی ہوتا ہے بلکہ اس کے علاوہ گنگارام ہسپتال، لاہور میں بھی تھیلیسیمیا کے مریضوں کے لئے گیارہ بیڈز پر مشتمل وارڈ موجود ہے جس میں بچوں سمیت روزانہ اوسطاً 90 مریضوں کو علاج معالجہ کی مکمل سہولیات فراہم کی جاتی ہیں، اس کے علاوہ میو ہسپتال لاہور کی پیڈز وارڈ میں بھی تھیلیسیمیا کے مریض بچوں کا علاج کیا جاتا ہے۔ جناح ہسپتال لاہور کی بچہ وارڈ میں بھی اس مرض میں مبتلا بچوں کو طبی سہولیات فراہم کی جا رہی ہیں، مزید برآں کچھ نجی فلاحی اداروں جیسا کہ سندس فاؤنڈیشن، فاطمید فاؤنڈیشن میں بھی اس مرض میں مبتلا بچوں کو سہولت فراہم کی جاتی ہے تاہم یہ صرف خون کی فراہمی تک محدود ہے۔

(ب) چلڈرن ہسپتال لاہور تھیلیسیمیا کے ان تمام مریضوں کو جو تھیلیسیمیا کلینک میں رجسٹرڈ ہیں علاج کی سہولیات اور ادویات OPD میں مفت فراہم کر رہا ہے۔ ان رجسٹرڈ مریضوں کی تعداد 200 سے زیادہ ہے اور ان میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے جبکہ ان کو ادویات کی فراہمی پر مبلغ 20 لاکھ روپے سے زائد ماہانہ گرانٹ آتی ہے۔ ان ادویات کے علاوہ مختلف قسم کے ٹیسٹ اور دوسرے شعبہ جات جیسے کارڈیالوجی، شعبہ معدہ وجگر اور اینڈوکرائنالوجی سے بھی ضرورت پڑنے پر معاونت حاصل کی جاتی ہے۔ چونکہ یہ ادارہ نہایت اعلیٰ طبی سہولیات فراہم کرتا ہے لہذا مریضوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔

(ج) اس ہسپتال میں صفائی کا بہترین انتظام ہے جس کی تعریف بین الاقوامی وفود بھی کر چکے ہیں۔ یہ ادارہ اپنی نوعیت کا واحد ادارہ ہے جو کہ State of the Art سہولیات وعلاج معالجہ بہم پہنچا رہا ہے۔

(د) بچوں کے لواحقین کے لئے بیٹھنے کا مناسب انتظام موجود ہے اور لواحقین کے لئے تین عدد شیڈز موجود ہیں ان کے ٹھہرنے کے لئے 150 بستروں پر مشتمل سرائے موجود ہے۔

(ہ) ہسپتال انتظامیہ حکومت پنجاب کی نگرانی میں نہ صرف تھیلیسیمیا کے مریض بچوں کو بلکہ تمام مریض بچوں کو صحت کی بہترین سہولیات کی فراہمی کے لئے کوشاں ہے اور آئندہ بھی دستیاب وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے تھیلیسیمیا کے مریض بچوں کو صحت سے متعلقہ تمام سہولیات فراہم کرے گی۔ حکومت پنجاب Bone Marrow Transplant کی سہولیات بھی مہیا کرنے کے لئے ہنگامی بنیادوں پر اقدامات کر رہی ہے اور جلد ہی یہ سہولت چلڈرن ہسپتال لاہور میں مہیا کر دی جائے گی جس سے تھیلیسیمیا کے مریض بچوں کے علاج معالجہ کی جدید سہولیات میسر ہوں گی۔

ضلع اوکاڑہ: بنیادی مرکز صحت میں ڈاکٹر کی تعیناتی وعمارت کی تفصیلات

*123: محترمہ عائشہ جاوید: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ چک فیض آباد تحصیل دیپالپور ضلع اوکاڑہ میں بنیادی مرکز صحت میں عرصہ دراز سے کوئی ایم بی ایس ڈاکٹر نہ ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ ہسپتال میں علاج معالجے کی کوئی سہولت نہ ہے جس کی وجہ سے لوگوں کو بصیر پور اور دیپالپور جانا پڑتا ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ ہسپتال میں ڈاکٹر اور دوسرے سٹاف کے لئے تعمیر کی گئی عمارتیں خستہ حال ہو چکی ہیں اور ان میں سے کوئی عمارت رہائش کے قابل نہ ہے؟

(د) اگر جز بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ ہسپتال میں ایم بی ایس ڈاکٹر تعینات کرنے اور بلڈنگ کی تعمیر و مرمت کا ارادہ رکھتی ہے، ہاں تو کب تک، نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر صحت (جناب خلیل طاہر سندھو):

(الف) جی ہاں! یہ درست ہے کہ بی ایچ یو فیض آباد میں ایم بی بی ایس ڈاکٹر تعینات نہ ہے۔ تاہم دیگر عملہ بشمول ڈسپنسر وغیرہ تعینات ہے۔ اس ضمن میں مزید عرض ہے کہ عوام الناس کو صحت کی بہترین سہولیات فراہم کرنے کے لئے دن رات کوشاں ہے اور اس مقصد کے لئے ڈاکٹرز کی کمی کو پورا کرنے کے لئے حکومت پنجاب PPSC کے ذریعے مستقل بنیادوں پر 2000 میڈیکل آفیسرز اور 400 وومن میڈیکل آفیسرز بھرتی کر رہی ہے۔ جیسے ہی PPSC بھرتی کا عمل مکمل کر کے سفارشات محکمہ کو ارسال کرے گا، تو BHU فیض آباد سمیت ضلع اوکاڑہ میں خالی ڈاکٹرز کی دیگر اسامیوں پر بھی ڈاکٹرز تعینات کر دیئے جائیں گے۔

(ب) جی نہیں! یہ درست نہ ہے بلکہ مذکورہ BHU میں صحت کی بنیادی سہولیات فراہم کی جارہی ہیں۔ اس سنٹر میں جنوری 2013 سے 30۔ جون 2013 تک 4188 مریضوں کا علاج کیا گیا اور مفت ادویات فراہم کی گئیں۔ چونکہ فیض آباد میں بنیادی مرکز صحت ہے اور یہاں پر دوسرے مراکز صحت کی طرح صحت سے متعلقہ بنیادی سہولیات فراہم کی جاتی ہیں تاہم لوگ پیچیدہ بیماریوں کے لئے RHC Basirpur اور THQ دیپالپور جاتے ہیں۔

(ج) BHU فیض آباد کی سٹاف کالونی ضلعی حکومت کی طرف سے فنڈز فراہم نہ کرنے کی وجہ سے مرمت نہیں ہو سکی تاہم جو سٹاف تعینات ہے وہ مقامی ہے لہذا وہاں رہائش کو ترجیح نہیں دیتے جبکہ چوکیدار رہائش پذیر ہے۔

(د) جی ہاں! حکومت پنجاب مذکورہ سنٹر پر MBBS ڈاکٹر بھرتی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ حکومت پنجاب PPSC کے ذریعے 2000 میڈیکل آفیسرز اور 400 وومن میڈیکل آفیسرز مستقل بنیادوں پر بھرتی کر رہی ہے۔ جیسے ہی PPSC بھرتی کا عمل مکمل کر کے سفارشات محکمہ کو ارسال کرے گا تو BHU فیض آباد سمیت ضلع اوکاڑہ میں خالی ڈاکٹرز کی دیگر اسامیوں پر بھی ڈاکٹرز تعینات کر دیئے جائیں گے۔ تاہم مریضوں کو طبی سہولیات کی فراہمی کے لئے دیگر عملہ تعینات ہے اور طبی سہولیات بشمول مفت ادویات فراہم کر رہا ہے۔ مزید یہ کہ جیسے ہی ضلعی حکومت کی طرف سے فنڈز فراہم کئے جائیں گے، رہائشی عمارت کی مرمت کر دی جائے گی۔

ڈسٹرکٹ ہسپتال وہاڑی میں ڈاکٹرز و دیگر اسامیوں کی تفصیلات

*157: محترمہ شمیلہ اسلم: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ڈسٹرکٹ ہسپتال وہاڑی میں ڈاکٹرز اور پیرا میڈیکل سٹاف کی کتنی منظور شدہ اسامیاں ہیں، کتنی اسامیاں خالی ہیں؟

(ب) مذکورہ ہسپتال میں درجہ چہارم (خاکروب) کی کتنی اسامیاں ہیں اور کتنی خالی ہیں اور کیوں؟

(ج) کیا یہ درست ہے کہ مذکورہ ہسپتال میں صفائی کا انتظام انتہائی ناقص ہے اس بارے میں حکومت کیا اقدامات اٹھانے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر صحت (جناب خلیل طاہر سندھو):

(الف) ڈی ایچ کیو، ہسپتال وہاڑی میں ڈاکٹرز اور پیرا میڈیکل سٹاف کی کل 284 اسامیاں ہیں جن میں سے 67 ڈاکٹرز کی جبکہ 217 پیرا میڈیکل سٹاف کی منظور شدہ اسامیاں ہیں جن میں سے 249 اسامیاں پر ہیں جبکہ 35 اسامیاں خالی ہیں جن میں ڈاکٹرز کی مختلف شعبہ جات میں 12 جبکہ پیرا میڈیکل سٹاف کی 22 اسامیاں خالی ہیں۔ تفصیل "Annex"A ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) مذکورہ ہسپتال میں خاکروب کی 32 اسامیاں منظور شدہ ہیں جبکہ 5 پانچ اسامیاں خالی ہیں۔

(ج) مذکورہ ہسپتال 231 بیڈز پر مشتمل ہے جبکہ منظور شدہ سٹاف 125 بیڈز کے حساب سے ہے جس کی وجہ سے صفائی کا معیار برقرار رکھنے میں مشکلات پیش آ رہی ہیں۔ ڈی ایچ کیو ہسپتال، وہاڑی میں نئے شعبہ جات (شعبہ امراض ہڈی و جوڑ، شعبہ امراض دل، شعبہ امراض گردہ و شعبہ حادثات) شروع ہیں جن پر سٹاف خصوصاً صفائی کے عملے کی اسامیاں منظور کروانے کے لئے SNE بھیجی گئی تھی جس پر اعتراض لگا کر واپس کر دیا گیا۔ اعتراض دور کر کے دوبارہ SNE محکمہ صحت کو ارسال کر دی گئی ہے۔ (کاپی "Annex"B ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے) عملے کی منظوری کے بعد صفائی کے معیار کو مزید بہتر بنایا جائے گا تاہم عملہ کی کمی کے باوجود ہسپتال انتظامیہ صفائی کے معیار کو بہترین رکھنے میں ہمہ تن مصروف ہے۔

ڈسٹرکٹ ہسپتال وہاڑی کی تعمیر ودیگر تفصیلات

*158: محترمہ شمیلہ اسلم: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ڈسٹرکٹ ہسپتال وہاڑی کب اور کتنی لاگت سے تعمیر کیا گیا، یہ ہسپتال کتنے بیڈز پر مشتمل ہے اور یہاں روزانہ کتنے مریض علاج کے لئے آتے ہیں؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ ڈسٹرکٹ ہسپتال وہاڑی میں سی ٹی سکین مشین، ڈیجیٹل لیبارٹری اور ایم آر آئی مشینیں نہ ہے اگر جواب ہاں میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ ہسپتال میں یہ مشینیں نصب کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک؟

وزیر صحت (جناب خلیل طاہر سندھو):

(الف) ڈی ایچ کیو ہسپتال، وہاڑی 1976 میں تعمیر کیا گیا۔ مذکورہ ہسپتال 231 بیڈز پر مشتمل ہے۔ اس ہسپتال میں روزانہ تقریباً 1100 مریض علاج معالجہ کے لئے آتے ہیں۔

(ب) مذکورہ ہسپتال میں سی ٹی سکین اور ایم آر آئی مشینیں نہ ہیں جبکہ ڈیجیٹل لیبارٹری کام کر رہی ہے جس میں درج ذیل آلات موجود ہیں۔

Electric Digital Incubator, Hematology Analyzer, Electric Blood Bank Refrigerator, Digital Water Bath, Digital Centrifuge Machine Micro Lab, Elisa Machines etc.

اس ضمن میں مزید عرض ہے کہ حال ہی میں جناب وزیر اعلیٰ پنجاب نے ڈسٹرکٹ ہسپتال وہاڑی کی اپ گریڈیشن کی منظوری دی ہے جس کا کل تخمینہ لاگت 517.237 ملین روپے ہے جس میں 213.900 ملین روپے مشینری فرنیچر و بیڈنگ کلاتھنگ کے لئے مختص ہیں۔ بلڈنگ کی تعمیر کا کام بھی شروع ہو گیا ہے جو کہ انشاء اللہ اپریل 2014 میں مکمل ہو گا۔ مذکورہ ہسپتال کی اپ گریڈیشن میں سی ٹی سکین مشین کی فراہمی و تنصیب بھی شامل ہے۔ اپ گریڈیشن کے منصوبہ میں شامل تمام مشینری و آلات بلڈنگ کی تعمیر مکمل ہونے کے بعد خرید / فراہم کی جائے گی۔

چنیوٹ: بی ایچ یوز اور آر ایچ سیز کی تعداد و دیگر تفصیلات

*163: جناب محمد ثقلین انور سپرا: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) پی پی-76 جھنگ / چنیوٹ میں کل کتنے RHCs اور BHUs کہاں کہاں واقع ہیں؟

(ب) ان میں بالترتیب ڈاکٹرز کی کتنی اسامیاں منظور شدہ ہیں، کتنی اسامیوں پر کہاں کہاں ڈاکٹر کام کر رہے ہیں، ان کے نام کیا ہیں اور باقی کون سی اسامیاں منظور شدہ ہیں ان پر کون کون لوگ کام کر رہے ہیں، ان کے نام مع سنٹرز بتائے جائیں؟

(ج) اگر درج بالا سنٹروں میں ڈاکٹرز کی یا باقی عملہ کی اسامیاں خالی ہیں تو حکومت کب تک یہ اسامیاں fill کر دے گی؟

وزیر صحت (جناب خلیل طاہر سندھو):

(الف) پی پی-76 چنیوٹ اور جھنگ دونوں اضلاع میں واقع ہے جبکہ پی پی-76 چنیوٹ میں کوئی RHC نہ ہے جبکہ 9 بی ایچ یوز ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے، BHU 191JB، BHU 200JB، BHU 203JB، BHU 241JB، BHU 225 JB، BHU 245 JB، BHU منگینی، BHU ٹھٹھہ شاہ محمد، جبکہ پی پی-76 جھنگ میں RHC 1 اور BHUs 5 ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے، RHC کھیانہ، BHU چک نمبر 165، BHU خانوانہ، BHU چک نمبر 170، BHU 231، BHU سلطان پور۔

(ب) آر ایچ سی کھیانہ میں SMO، MO، WMO اور ڈینٹل سرجن کی ایک ایک اسامی منظور شدہ ہے۔ اسی طرح ہر بی ایچ یو پر میڈیکل آفیسر کی ایک ایک اسامی منظور شدہ ہے۔ RHC کھیانہ میں ڈاکٹر ظفر اقبال SMO، ڈاکٹر شاہ جہاں MO، ڈاکٹر سعدیہ رشید WMO اور ڈاکٹر فوزیہ صنم ڈینٹل سرجن تعینات ہیں۔ اسی طرح بی ایچ یو سلطان پور میں ڈاکٹر محمد عابد کام کر رہا ہے جبکہ ڈاکٹر ظفر اقبال بی ایچ یو 203 میں تعینات ہے جبکہ ڈاکٹر محمد وسیم، بی ایچ یو 191، ڈاکٹر فہد فیاض بی ایچ یو 241، ڈاکٹر احمد فاروق بی ایچ یو 245، ڈاکٹر زکریا طارق بی ایچ یو 225 اور ڈاکٹر کاشف نواز بی ایچ یو 223 پر Pay Purpose کے لئے تعینات ہیں جبکہ کام الائیڈ ہسپتال فیصل آباد میں کر رہے ہیں۔ دیگر منظور شدہ اسامیاں اور ان پر تعینات عملہ کی تفصیل (Annex-A&B) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) حکومت پنجاب PPSC کے ذریعے 2000 میڈیکل آفیسرز اور 400 وومن میڈیکل آفیسرز مستقل بنیادوں پر بھرتی کر رہی ہے۔ جیسے ہی PPSC بھرتی کا عمل مکمل کر کے سفارشات محکمہ کو ارسال کرے گا تو ان خالی اسامیوں پر ڈاکٹرز تعینات کر دیئے جائیں گے۔
دیگر خالی اسامیوں کی بھرتی پر حکومت پنجاب نے فی الحال پابندی عائد کر رکھی ہے، جیسے ہی یہ پابندی ختم ہو گی تو خالی اسامیاں پُر کر دی جائیں گی۔

صوبہ میں خسرہ کی وباء کی تفصیلات

*169A: سردار وقاص حسن مؤکل: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ خسرہ کی وباء صوبہ میں انتہائی شدت اختیار کر گئی ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ خسرہ کی وباء سے سینکڑوں بچے وفات پا گئے ہیں؟

(ج) حکومت خسرہ کی وباء کی روک تھام کے لئے کیا اقدامات اٹھا رہی ہے مکمل تفصیل سے ایوان کو آگاہ کریں؟

وزیر صحت (جناب خلیل طاہر سندھو):

(الف) یہ درست ہے کہ صوبہ پنجاب میں خسرہ کی وباء ہے اور اس سے بچوں کی اموات واقع ہو رہی ہیں۔

(ب) اب تک پنجاب میں 180 بچے خسرہ سے وفات پا چکے ہیں۔

(ج) نومبر 2012 میں صوبہ سندھ سے شروع ہوئی جو ابھی تک جاری ہے۔ محکمہ صحت حکومت پنجاب نے صوبہ میں خسرہ کے کنٹرول کے لئے تمام احتیاطی اقدامات کئے۔ پنجاب کے مختلف اضلاع میں دسمبر 2012 سے خسرہ کے کیسز سامنے آنا شروع ہوئے، جو اب تک جاری ہیں۔ پنجاب میں بیماری کی روک تھام اور ویکسینیشن کی بہتری کے لئے مندرجہ ذیل اقدامات کئے گئے:۔

(1) محکمہ صحت نے 29 نومبر 2012 کو مختلف اضلاع میں خسرہ کی روک تھام کے لئے گائیڈ لائنز بھجوائیں اور دسمبر 2012 میں تمام (EDOs (Health کو الرٹس جاری کئے۔

(2) دسمبر 2012 میں ضلع رحیم یار خان کی تحصیل صادق آباد اور ضلع راجن پور کی تحصیل روجھان جو کہ صوبہ سندھ کے ساتھ ملحقہ ہیں وہاں 6 ماہ سے 10 سال کے بچوں کو خسرہ کے حفاظتی ٹیکے لگائے گئے تاکہ اس کے پھیلاؤ کو روکا جاسکے۔

(3) 3۔جنوری 2013 کو ای پی آئی سٹیئرنگ کمیٹی کی میٹنگ ہوئی جس میں ڈائریکٹر جنرل ہیلتھ پنجاب، ڈائریکٹر ای پی آئی پنجاب، امراض بچگانہ کے پروفیسرز اور WHO اور یونیسیف کے نمائندوں نے شرکت کی تاکہ صوبے میں خسرہ سے کنٹرول کے لئے پالیسی وضع کی جاسکے۔

(4) 07-01-2013 کو صوبائی سطح پر خسرہ کانفرنس منعقد کی گئی جس کی صدارت وزیراعلیٰ پنجاب کے مشیر خواجہ سلیمان رفیق نے کی۔اس کانفرنس میں تمام ڈویژن کے ڈائریکٹرز ہیلتھ، 36 اضلاع کے ای ڈی اوز (صحت)، ٹیچنگ ہسپتالوں کے ایم ایس اور WHO اور یونیسیف کے نمائندوں نے شرکت کی۔خسرہ کے کنٹرول کے لئے تمام ای ڈی اوز کو ہدایات جاری کی گئیں۔ٹیچنگ ہسپتالوں کے ایم ایس صاحبان کو خسرہ کے مریضوں کی روزانہ رپورٹنگ کے لئے ہدایات دی گئیں۔

(5) 9۔فروری 2013 کو چیف سیکرٹری پنجاب نے تمام اضلاع کے ڈی سی اوز کو خسرہ کنٹرول کے لئے کئے جانے والے اقدامات میں تعاون کی ہدایات جاری کیں۔

(6) PITB کے تعاون سے آن لائن ڈیٹا ٹرانسفر کا سسٹم جاری کیا گیا۔

(7) پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا میں خسرہ کے حوالے سے آگاہی مہم شروع کی گئی۔

(8) تمام ٹیچنگ ہسپتالوں میں ڈی ایچ کیو، ٹی ایچ کیو اور دیہی مراکز صحت میں خسرہ کے مفت علاج کے لئے علیٰحدہ وارڈ قائم کئے گئے۔

(9) صوبے میں خسرہ کی ویکسین کی کوئی کمی نہ ہے۔

(10) 29۔اپریل سے 7۔مئی 2013 کے دوران لاہور میں خسرہ کی خصوصی مہم چلائی گئی۔جس کے دوران 6 ماہ سے 10 سال تک کے 26 لاکھ بچوں کو خسرہ کے حفاظتی ٹیکے لگائے گئے۔

(11) WHO اور یونیسیف کے تجزیہ کے مطابق 95 فیصد سے زائد بچوں کو ٹیکے لگائے گئے۔اب لاہور میں خسرہ سے متاثرہ بچوں کی تعداد میں خاطر خواہ کمی ہو گئی ہے۔

(12) 2012-13 کے دوران حکومت پنجاب نے اپنے ذرائع سے 701 ملین روپے کی ویکسین خرید کی۔

(13) پنجاب کے 12 اضلاع میں خسرہ مہم 24۔جون سے شروع ہو چکی ہے جبکہ مزید 6 اضلاع میں 28۔جون سے شروع کی جائے گی اور باقی 17 اضلاع میں جولائی کے پہلے ہفتے میں شروع کی جائے گی۔

(14) 13/06/07 کو وزیراعلیٰ پنجاب کی زیر صدارت ایک اعلیٰ سطح اجلاس میں صوبے میں خسرہ کی صورتحال کا جائزہ لیا گیا۔وزیراعلیٰ پنجاب نے تمام صوبے میں خسرہ مہم چلانے کا حکم دیا اور چیف سیکرٹری پنجاب کو خسرہ کی صورتحال کے بارے میں باقاعدہ میٹنگ کرنے کی ہدایات جاری کیں۔انہوں نے مزید کہا کہ خسرہ کے نازک مریضوں کو سینئر سپیشلسٹ

ڈاکٹروں کی زیر نگرانی (آئی سی یو) اور سپیشل وارڈ میں رکھا جائے، سینئر ڈاکٹرز شام کے وقت بھی خسرہ کے مریضوں کو چیک کیا کریں۔

(15) خسرہ مہم کے دوران مونیٹرنگ کے لئے مختلف اضلاع میں صوبائی سیکرٹریز کا بھی تقرر کیا گیا ہے۔

(16) 19۔جون2013 کو جناب وزیراعلیٰ پنجاب نے خسرہ اور ڈینگی کی روک تھام کے لئے منعقد اجلاس کی صدارت کی جس میں خسرہ کے خلاف مہم کا جائزہ لیا گیا اور احکامات صادر کئے گئے۔

(17) فیزون میں پنجاب کے 18 اضلاع میں خسرہ مہم کے دوران 16 ملین بچوں کو حفاظتی ٹیکے لگائے جائیں گے۔ یہ مہم 24۔جون سے شروع کی گئی ہے جو کہ 7۔جولائی تک جاری رہے گی۔ اس مہم میں اب تک ایک کروڑ پانچ لاکھ سے زائد بچوں کو ٹیکے لگائے جا چکے ہیں جبکہ اس سال کے آخر میں باقی اضلاع میں خسرہ مہم کی فیز۔II مکمل کی جائے گی۔

ضلع راولپنڈی: انسٹیٹیوٹ آف پبلک ہیلتھ میں بھرتی کی تفصیلات

*267: جناب اعجاز خان: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) یکم جنوری2008 سے آج تک انسٹیٹیوٹ آف پبلک ہیلتھ ضلع راولپنڈی میں پروفیسر، ایسوسی ایٹ پروفیسر، اسسٹنٹ پروفیسر اور سینئر رجسٹرار کی کتنی پوسٹوں پر بھرتی کی گئی؟

(ب) بھرتی ہونے والے افراد کے نام، عہدہ، گریڈ، تعلیمی قابلیت، ڈومیسائل، پتاجات اور تجربہ کی تفصیل بیان کریں؟

(ج) اگر بھرتی میرٹ پر ہوئی تو میرٹ لسٹ نیز میرٹ بنانے والے ملازمین کے نام، عہدہ اور گریڈ بتائیں؟

(د) کیا حکومت غیر قانونی بھرتی کی تحقیقات کروانے اور حق دار افراد کو بھرتی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات بیان کریں؟

وزیر صحت (جناب خلیل طاہر سندھو):

(الف) ضلع راولپنڈی میں کوئی بھی انسٹیٹیوٹ آف پبلک ہیلتھ نہ ہے بلکہ یہ ادارہ لاہور میں موجود ہے۔ مذکورہ ادارہ میں یکم جنوری 2008 سے آج تک تین پروفیسرز، تین ایسوسی ایٹ پروفیسرز اور آٹھ اسسٹنٹ پروفیسرز بھرتی کئے گئے جبکہ سینئر رجسٹرار کی پوسٹ مذکورہ ادارہ میں منظور شدہ نہ ہے۔

(ب) بھرتی ہونے والے افراد کے نام، عہدہ، گریڈ، تعلیمی قابلیت، ڈومیسائل، پتاجات اور تجربہ کی تفصیل Annex-A ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) بھرتی کی تفصیل Annex-B ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) تمام بھرتی / تقرری رولز کے مطابق مجاز اتھارٹی کی منظوری کے بعد ہوئی اور کسی بھی قسم کی غیر قانونی بھرتی نہ ہوئی ہے۔

ملتان: ہسپتالوں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*286: جناب جاوید اختر: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ملتان میں کل کتنے ہسپتال ہیں؟

(ب) کتنے ہسپتالوں میں پوسٹ مارٹم کی سہولت موجود ہے؟

(ج) کتنے ہسپتالوں میں برن یونٹ قائم ہیں؟

(د) ان برن یونٹس میں 2012 کے دوران کتنے مریض آئے اور کتنے مریض صحت یاب ہوئے، ایوان کو آگاہ کریں؟

وزیر صحت (جناب خلیل طاہر سندھو):

(الف) ملتان میں سرکاری ہسپتالوں کی تعداد آٹھ ہے جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

1۔ نشتر ہسپتال ملتان
2۔ سول ہسپتال ملتان
3۔ فاطمہ جناح وومن ہسپتال ملتان
4۔ چلڈرن کمپلیکس ہسپتال ملتان
5۔ نشتر پاک اٹلی برن یونٹ ملتان
6۔ چودھری پرویز الٰہی انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی ملتان
7۔ ٹی ایچ کیو ہسپتال شجاع آباد ملتان
8۔ ٹی ایچ کیو ہسپتال جلالپور پیروالا ملتان

مزید برآں آٹھ رورل ہیلتھ سنٹرز 77 بنیادی مراکز صحت اور 13 سٹی میڈیکل سنٹرز کام کر رہے ہیں۔

(ب) ملتان میں نشتر ہسپتال ملتان، ٹی ایچ کیو ہسپتال شجاع آباد، ٹی ایچ کیو ہسپتال جلالپور پیر والا اور تمام RHCs پر پوسٹ مارٹم کیا جاتا ہے۔

(ج) ملتان میں برن یونٹ صرف نشتر ہسپتال ملتان میں ہے جو کہ حال ہی میں پاک اٹلی برن یونٹ اٹلی کے تعاون سے ملتان شہر میں تعمیر کیا گیا ہے۔ مزید برآں اس ہسپتال نے نومبر 2012 سے کام کرنا شروع کیا ہے۔

(د) نومبر 2012 تا جولائی 2013 میں 492 مریض ان ڈور میں داخل ہوئے۔ آؤٹ ڈور مریض صرف سوموار کو دیکھے جاتے ہیں اور ہر سوموار کو تقریباً 50 مریض آتے ہیں، ماہانہ تقریباً 200 مریض آؤٹ ڈور میں چیک کئے جاتے ہیں باقی دن منگل، بدھ، جمعرات، جمعہ، ہفتہ اور اتوار نشتر ہسپتال کی ایمرجنسی اور وارڈ میں refer ہوتے ہیں۔

ڈسٹرکٹ ہسپتال شیخوپورہ میں بستروں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*320: جناب فیضان خالد ورک: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ڈسٹرکٹ ہسپتال شیخوپورہ کتنے بیڈز پر مشتمل ہے؟

(ب) اس میں مریضوں کے لئے کون کون سی طبی مشینری موجود ہے اور کون کون سی نہ ہے اور یہ کب تک ہسپتال کو فراہم کر دی جائے گی؟

(ج) اس ہسپتال کو 12-2011 اور 13-2012 کے دوران طبی مشینری کی خرید کے لئے کتنی رقم سالانہ فراہم کی گئی؟

(د) اس رقم سے کون کون سی نئی طبی مشینری خریدی گئی؟

وزیر صحت (جناب خلیل طاہر سندھو):

(الف) ڈی ایچ کیو ہسپتال، شیخوپورہ 512 بیڈز پر مشتمل ہے۔

(ب) ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال شیخوپورہ میں درج ذیل طبی مشینری موجود ہے۔ کیمسٹری اینالائزر برائے لیبارٹری ٹیسٹ، ہیماٹالوجی اینالائزر برائے لیبارٹری ٹیسٹ، الٹرا ساؤنڈ مشین، ایکسرے مشین، ای سی جی مشین، ایکو کارڈیو گرافی مشین، ای ٹی ٹی مشین، اینستھیزیا مشین، ڈینٹل یونٹ، کارڈیک مانیٹر، پلس آکسی میٹر، آٹو کلیو، سکر مشین، ڈایا تھرمی مشین،

نیبولائزر، ہیلو جن آفتھلمک سکوپ، ریٹنو سکوپ، انکوبیٹر، فوٹو تھراپی مشین، سلیکٹر امشین برائے لیبارٹری ٹیسٹ۔

جو طبی مشینری نہ ہے اس کی تفصیل Annex-A ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ مطلوبہ مشینری کا PC-I بنا کر بھیج دیا گیا ہے اور یہ طبی مشینری 2013-تا 2015 تک ملنے کا امکان ہے۔

(ج) ڈی ایچ کیو ہسپتال، شیخوپورہ کو سال 12-2011 میں طبی مشینری کے لئے کوئی رقم نہ دی گئی تھی لیکن سال 13-2012 کے دوران 28 لاکھ روپے کی گرانٹ دی گئی تھی جس کا اشتہار اخبار میں دیا جا چکا تھا لیکن مالی سال ختم ہونے کی وجہ سے یہ 14-2013 میں ایڈیشنل گرانٹ کے طور پر مل جائے گی۔

(د) ابھی تک اس رقم سے کوئی مشینری نہ خریدی گئی ہے۔ مذکورہ رقم سے طبی مشینری 14-2013 میں خریدی جائے گی۔

شیخوپورہ: ڈسپنسریوں اور مرکز صحت کی تعداد و دیگر تفصیلات

*321: جناب فیضان خالد ورک: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) پی پی-166 شیخوپورہ میں کتنی ڈسپنسریاں اور مراکز صحت ہیں؟

(ب) ان سالوں کے دوران کتنی مالیت کی کون کون سی ادویات ان سنٹرز کو فراہم کی گئیں؟

(ج) ان سنٹرز سے روزانہ کتنے مریض مستفید ہو رہے ہیں؟

(د) ان سنٹرز میں کس کس گریڈ کی کون کون سی اسامیاں خالی ہیں یہ خالی اسامیاں کب تک پُر کر دی جائیں گی؟

وزیر صحت (جناب خلیل طاہر سندھو):

(الف) حلقہ پی پی-166 شیخوپورہ میں کوئی بھی گورنمنٹ ڈسپنسری نہ ہے جبکہ 10 بی ایچ یوز ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔ عمونکے، چھاپہ، مرزا ورکاں، ورن، کالوکے، گھنک، رنیکے، مدوالہ خورد، میاں کلاں اور ساہو کی ملیاں۔

(ب) مالی سال 13-2012 میں 60 ہزار روپے کی ادویات ہر بنیادی مرکز صحت کو فراہم کی گئیں، جن کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) ان مراکز صحت پر روزانہ تقریباً تین سو کے قریب مریض علاج معالجہ کی سہولیات سے مستفید ہو رہے ہیں۔

(د) مندرجہ بالا 10 بنیادی مراکز صحت میں سے صرف 4 پر میڈیکل آفیسرز گریڈ 17 کی جگہ خالی ہیں جبکہ باقی تمام عملہ اپنے فرائض منصبی احسن طریقے سے سرانجام دے رہا ہے۔ مزید برآں پبلک سروس کمیشن کے ذریعے محکمہ صحت حکومت پنجاب 2000 میڈیکل آفیسرز اور 400 وومن میڈیکل آفیسرز مستقبل بنیادوں پر بھرتی کر رہا ہے، PPSC سے سفارشات موصول ہونے پر مذکورہ سنٹرز پر بھی ڈاکٹرز تعینات کر دیئے جائیں گے۔ تاہم BHU عمو نکے میں حال ہی میں ایک LHV کی ٹرانسفر ہونے کی وجہ سے ایک سیٹ خالی ہوئی ہے جس پر جلد ہی تعیناتی کر دی جائے گی۔

نارووال: شکر گڑھ تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال میں سہولیات کی فراہمی و دیگر تفصیلات

*372: جناب ابو حفص محمد غیاث الدین: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ضلع نارووال شکر گڑھ تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال شکر گڑھ کے عوام کے لئے انتہائی اہمیت کا حامل ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مریضوں کو ضرورت کے مطابق ادویات نہ ملتی ہیں؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ ہسپتال میں جدید قسم کے آلات موجود نہ ہیں؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ ڈاکٹر صاحبان مریضوں کا خود علاج کرنے کی بجائے لاہور یا سیالکوٹ مریضوں کو بھیج دیتے ہیں ایسے میں اکثر مریض راہ میں ہی دم توڑ جاتے ہیں؟

(ہ) کیا یہ بھی درست ہے کہ ہسپتال میں تعینات اکثر ڈاکٹروں نے اپنے پرائیویٹ کلینک کھول رکھے ہیں، ہسپتال میں آنے والے مریضوں بالخصوص ولادت کے کیسوں کا علاج ہسپتال کی بجائے اپنے ذاتی کلینکوں میں کرتے ہیں اور منہ مانگے پیسے لیتے ہیں؟

(و) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت موجودہ حالات کے مطابق مشینری مہیا کرنے اور مریضوں کو سہولیات دینے اور ماہر لیڈی ڈاکٹر جو کہ گائنی سپیشلسٹ ہو کا انتظام کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو کیوں؟

وزیر صحت (جناب خلیل طاہر سندھو):

(الف) جی، ہاں! یہ درست ہے کہ شکر گڑھ ٹی ایچ کیو ہسپتال شکر گڑھ کے عوام کے لئے انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔

(ب) یہ درست نہ ہے بلکہ ایمر جنسی وارڈ میں مریضوں کو 24 گھنٹے مفت ادویات فراہم کی جاتی ہیں، اسی طرح لیبر روم میں بھی 100 فیصد مفت ادویات فراہم کی جاتی ہیں۔ اور ان ڈور میں بھی گورنمنٹ کی پالیسی کے مطابق مفت ادویات مہیا کی جاتی ہیں جبکہ آؤٹ ڈور میں بھی مریضوں کو موجود ادویات مفت فراہم کی جاتی ہیں۔

(ج) مذکورہ ہسپتال میں ٹی ایچ کیو ہسپتال کے لیول کے تمام جدید آلات مثلاً لیبارٹری، ایکسرے مشین، ای سی جی مشین، ڈینٹل یونٹ وغیرہ موجود ہیں۔

(د) ٹی ایچ کیو ہسپتال شکر گڑھ میں تمام ممکنہ طبی سہولیات بہم پہنچائی جاتی ہیں تاہم سیریس مریضوں جیسا کہ دل کے امراض اور دماغ کی چوٹوں کے سیریس مریضوں اور ہڈیوں اور جوڑوں کے آپریشن کے مریضوں کو ابتدائی طبی امداد کے بعد مزید بہتر علاج کے لئے لاہور بھیجنا پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ ایسے مریض جن کو مذکورہ ہسپتال میں طبی سہولیات فراہم نہ کی جا سکیں ان کو ڈی ایچ کیو ہسپتال نارووال یا لاہور ریفر کر دیا جاتا ہے۔

(ہ) ڈیوٹی کے دوران کوئی ڈاکٹر پرائیویٹ کلینک میں کام نہیں کرتا اور نہ ہی قانوناً وہ ایسا کر سکتا ہے تاہم ڈیوٹی اوقات کے بعد کچھ ڈاکٹرز پرائیویٹ کلینکس پر کام کرتے ہیں جو کہ Non Practice Allowance نہیں لیتے۔

(و) حکومت پنجاب ہسپتال انتظامیہ کی درخواست پر مطلوبہ طبی مشینری فراہم کرے گی۔ نیز حکومت پنجاب PPSC کے ذریعے 2000 میڈیکل آفیسر ز اور 400 وومن میڈیکل آفیسر ز مستقل بنیادوں پر بھرتی کر رہی ہے جیسے ہی PPSC بھرتی کا عمل مکمل کر کے سفارشات محکمہ کو ارسال کرے گا، ٹی ایچ کیو ہسپتال میں بھی ڈاکٹرز تعینات کئے جائیں گے تاکہ عوام کو طبی سہولیات کی فراہمی کو یقینی بنایا جا سکے۔

تحصیل بھیرہ میں ٹی ایچ کیو کا قیام

*399:ڈاکٹر ملک مختار احمد بھرتھ: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ابھی تک تحصیل بھیرہ ضلع سرگودھا میں ٹی ایچ کیو ہسپتال نہیں بنا جو کہ ہر تحصیل کے عوام کی بنیادی ضرورت ہے؟

(ب) اگر جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مالی سال 14-2013 میں ٹی ایچ کیو ہسپتال بھیرہ بنانے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر صحت (جناب خلیل طاہر سندھو):

(الف) تحصیل لیول ہسپتال بھیرہ تعمیر ہو چکا ہے، اور مشینری، طبی آلات اور فرنیچر خرید کیا جا چکا ہے، سٹاف کی منظوری ہو چکی ہے، اب ضلعی حکومت نے فنڈز مہیا کرنے ہیں تاکہ مذکورہ ہسپتال کو فنکشنل کیا جا سکے۔ ضلعی حکومت سے مالی سال 14-2013 میں یہ فنڈز مانگے گئے لیکن ضلعی حکومت نے فنڈز کی دستیابی نہ ہونے کی وجہ سے صوبائی حکومت سے فنڈز کے حصول کے لئے کیس بھیج دیا ہے۔ فنڈز کی فراہمی کے بعد تحصیل لیول ہسپتال بھیرہ فنکشنل ہو جائے گا۔

(ب) تفصیل جز (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

ٹراما سنٹر تحصیل بھیرہ میں ڈاکٹرز و سٹاف کی تعیناتی کا مسئلہ

*401:ڈاکٹر ملک مختار احمد بھرتھ: کیا وزیر صحت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت نے عوامی ضروریات کے پیش نظر تحصیل بھیرہ ضلع سرگودھا میں ٹراما سنٹر منظور کیا اور کیا اس کی بلڈنگ بھی مکمل ہو چکی ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ وہاں پر ابھی نہ کوئی ڈاکٹر تعینات کیا گیا ہے اور نہ ہی متعلقہ عملہ؟

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت کب تک مذکورہ ٹراما سنٹر میں ڈاکٹرز اور متعلقہ عملہ تعینات کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات سے آگاہ کریں؟

وزیر صحت (جناب خلیل طاہر سندھو):

(الف) تحصیل بھیرہ ضلع سرگودھا میں ٹراما سنٹر منظور نہ ہوا ہے اس لئے بلڈنگ کی تعمیر بھی نہ ہوئی ہے۔تاہم آر ایچ سی بھیرہ کو اپ گریڈ کر کے ٹی ایچ کیو levelہسپتال بنادیا گیا ہے اور اس کی عمارت مکمل ہوچکی ہے۔

(ب) جیسا کہ جز(الف)میں درج ہے کہ تحصیل بھیرہ ضلع سرگودھا میں ٹراما سنٹر منظور ہوا ہے اور نہ ہی بلڈنگ کی تعمیر ہوئی ہے لہذا ڈاکٹرز اور عملہ تعینات نہیں ہو سکتا ہے۔

(ج) تفصیل جز(ب)میں درج ہے۔

ضلع گجرات:سول ہسپتال کی عمارت کی تعمیر کی تفصیلات

*422:میاں طارق محمود:کیاوزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) پی پی۔113 ڈنگہ تحصیل کھاریاں ضلع گجرات سول ہسپتال کو اپ گریڈ کر کے نئی عمارت کا کام دو سال سے شروع ہے جو محکمہ بلڈنگ نے ابھی تک مکمل نہیں کیا اس کی کیا وجہ ہے کہ یہ سکیم full fundingتھی اور کام بند پڑا ہے؟

(ب) مذکورہ کام کب شروع کیا گیا اس کا تخمینہ لاگت کیا تھا، کتنا کام مکمل ہوا ہے، کتنا بقایا ہے یہ کب تک مکمل ہو جائے گا؟

وزیر صحت (جناب خلیل طاہر سندھو):

(الف) ای ڈی او (صحت) گجرات کی رپورٹ کے مطابق سول ڈسپنسری ڈنگہ کو اپ گریڈ کر کے 30بستروں پر مشتمل سول ہسپتال بنائے جانے کی ترقیاتی سکیم ڈی سی او، گجرات کی چٹھی نمبری DDC/GRT/2010(21)بتاریخ 24۔01۔2011کے تحت منظور ہوئی۔ بلڈنگ کی تعمیر کا کام ضلعی محکمہ بلڈنگ نے مورخہ 16۔06۔2011کو شروع کیا۔اس سکیم کے تمام فنڈز 2011۔12میں الاٹ کر دیئے گئے جس پر بلڈنگ کی تعمیر کا کام بہت تیزی سے ہوا لیکن ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کے پاس مزید ترقیاتی فنڈز کی کمی کی وجہ سے تعمیر کا کام روک دیا گیا۔

(ب) بلڈنگ کی تعمیر کا کام ضلعی محکمہ بلڈنگ نے مورخہ 16۔06۔11کو شروع کیا۔ تخمینہ لاگت کی تفصیل درج ذیل ہے۔

بلڈنگ کی تعمیر کی لاگت	29.500ملین روپے
فراہمی مشینری وآلات	20.000ملین روپے
ٹوٹل تخمینہ لاگت	49.500ملین روپے

اس سکیم پر بلڈنگ کی تعمیر کے لئے ابھی تک 22.238ملین روپے کے فنڈز خرچ ہو چکے ہیں جبکہ مزید 7.262ملین روپے کے فنڈز مزید درکار ہیں تاکہ سکیم مکمل ہو سکے۔

ہسپتال کی تعمیر کا75فیصد مکمل ہو چکا ہے عمارت کی تعمیر کی پوزیشن درج ذیل ہے۔

1۔مین بلڈنگ فرشوں کی رگڑائی کا کام جاری ہے۔

2۔رہائشی کوارٹرز فرشوں کی رگڑائی کا کام جاری ہے۔

3۔ چار دیواری کا کام مکمل ہو گیا ہے۔

فنڈز کی دستیابی پر بلڈنگ کا بقایا کام مکمل کر دیا جائے گا۔

ضلع گجرات: رورل ہیلتھ سنٹر میں سٹاف کی کمی و دیگر تفصیلات

*423: میاں طارق محمود: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ پی پی۔113 ضلع گجرات میں رورل ہیلتھ سنٹر دولانوالہ میں سٹاف کی کمی ہے یہ کب تک پوری کر دی جائے گی؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس ہسپتال میں ڈینٹل سرجن کی پوسٹ بھی ہے اور ڈاکٹر بھی موجود ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس ہسپتال میں ڈینٹل چیئر نہیں ہے جس کی وجہ سے ڈینٹل سرجن کام نہیں کر سکتا، ڈینٹل چیئر کب مہیا کی جائے گی اور مذکورہ آر ایچ سی میں تمام سہولتیں کب تک فراہم کر دی جائیں گی؟

وزیر صحت (جناب خلیل طاہر سندھو):

(الف) وزیر اعلیٰ پنجاب کے خصوصی ایم پی اے پیکج کے تحت رورل ہیلتھ سنٹر دولانوالہ سکیم کی تعمیر ڈی سی او، گجرات کی A.A نمبر DDC/GRT/10 (29) بتاریخ 10-12-09 کے تحت منظور ہوئی۔ جس میں 35.000 ملین بلڈنگ اور 15.000 ملین مشینری کے لئے دوران مالی سال 2010-11 مہیا کئے گئے۔

بلڈنگ کی تعمیر کے بعد محکمہ صحت گجرات نے 30-06-11 کو سارا سامان مشینری وآلات وغیرہ خرید لیا اور SNE کی منظوری کے لئے محکمہ صحت گورنمنٹ آف دی پنجاب کو لیٹر لکھا

جس کی منظوری 12-03-06 کو حکومت پنجاب محکمہ صحت کی چٹھی نمبری SO(H-I)7-6/2012 بتاریخ 12-03-06 کے تحت موصول ہوئی جبکہ ضلعی حکومت گجرات کی طرف سے ان اسامیوں کے لئے بجٹ چٹھی نمبری DO (F&B)/GRT/2012 3(3) بتاریخ 12-04-26 کے تحت جاری کیا گیا۔ اس طرح آر ایچ سی دولانوالہ نے مورخہ 12-05-28 سے اپنا کام باقاعدہ طور پر شروع کر دیا لیکن گورنمنٹ سے جو پوسٹیں منظور ہوئیں وہ منظور شدہ PC-I کے مطابق نہ تھیں، منظور نہ ہونے پر پوسٹوں کی منظوری کے کیس پر کام جاری ہے، جو پوسٹیں منظور نہ تھیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔ میڈیکل آفیسر کی ایک، چارج نرسز کی دو، ہومیو ڈاکٹر کی ایک، لیڈی ہیلتھ وزیٹر کی ایک، حکیم کی ایک، دواساز کی ایک، دوا کوب کی ایک، ہومیو ڈسپنسر کی ایک، ڈریسر کی ایک، ڈسپنسر کی دو، مڈوائف کی ایک جبکہ ٹیوب ویل آپریٹر کی ایک، وارڈ سرونٹ کی ایک، نائب قاصد کی دو جبکہ واٹر کیریئر کی ایک اسامی شامل ہے۔

گورنمنٹ کی طرف سے بھرتی پر سے پابندی اٹھانے کے بعد خالی اسامیوں پر تعیناتی کر دی جائے گی لیکن رورل ہیلتھ سنٹر میں سٹاف کی کمی پورا کر دی گئی ہے اور دوسرے ہیلتھ سنٹروں سے عملہ ٹرانسفر کر کے لگا دیا گیا ہے۔

(ب) یہ درست ہے کہ اس ہسپتال میں ڈینٹل سرجن کی پوسٹ منظور شدہ ہے اور اس پر ڈینٹل سرجن بھی تعینات ہے۔

(ج) ترقیاتی فنڈز کی کمی کی وجہ سے ڈینٹل یونٹ مہیا نہ کیا جا سکا ہے لیکن ڈینٹل یونٹ کا انتظام کر دیا گیا ہے جو کہ ایک ہفتہ کے اندر مہیا کر دیا جائے گا۔

صوبہ میں دودھ میں ملاوٹ کرنے والی فیکٹریوں کے خلاف کارروائی کی تفصیلات

*452: محترمہ راحیلہ خادم حسین: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ صوبہ میں دودھ کی ملاوٹ کے خلاف حکومت پنجاب نے کوئی ٹاسک فورس بنائی اور نہ ہی کوئی عملی اقدامات اٹھائے ہیں؟

(ب) کیا حکومت پنجاب دودھ میں ملاوٹ کرنے والی فیکٹریوں کے خلاف خصوصی ٹاسک فورس بنا کر کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو کیوں؟

وزیر صحت (جناب خلیل طاہر سندھو):

(الف) ہر تحصیل و ضلع میں ایک مستقل نظام موجود ہے، لوکل اتھارٹی اپنی علاقائی حدود کے اندر باقاعدگی سے اس نظام کو چلا رہی ہے۔

(ب) پنجاب فوڈ اتھارٹی کا قیام عمل میں لایا جا چکا ہے جس نے اپنا کام شروع کر دیا ہے اور اس کا دائرہ اختیار تمام پنجاب تک پھیلانے کے لئے عمل پیرا ہے۔

لاہور: گورنمنٹ ہسپتال کوٹ خواجہ سعید میں ہیپاٹائٹس کے مریضوں کے لئے لیبارٹری قائم کرنے کی تفصیلات

*454: محترمہ راحیلہ خادم حسین: کیا وزیر صحت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ گورنمنٹ ہسپتال کوٹ خواجہ سعید لاہور میں ہیپاٹائٹس کی تشخیص کے لئے لیبارٹری نہ ہے جس بناء پر پی پی۔143، 144، 145 لاہور کے لوگوں کو ہیپاٹائٹس کے مریضوں کو چیک کروانے کے لئے علاقہ سے دور ہسپتالوں میں جانا پڑتا ہے؟

(ب) اگر جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت پی پی۔143، 144، 145 کے لوگوں کے لئے گورنمنٹ ہسپتال کوٹ خواجہ سعید لاہور میں ہیپاٹائٹس کی تشخیص کے لئے لیبارٹری قائم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر رکھتی ہے تو کب تک، نہیں تو وجہ بیان فرمائی جائے؟

وزیر صحت (جناب خلیل طاہر سندھو):

(الف) یہ درست نہ ہے کیونکہ گورنمنٹ کوٹ خواجہ سعید ہسپتال لاہور میں ہیپاٹائٹس کے مریضوں کے لئے جدید ترین کمپیوٹرائزڈ لیبارٹری قائم ہے جس میں تمام قسم کے ٹیسٹ بشمول ہیپا ٹائٹس بی، سی کئے جاتے ہیں، ہیپاٹائٹس بی اور سی کے تمام قسم کے ٹیسٹ جن میں سکریننگ کے ذریعے آلیزیا(Elisa) کے ذریعے اور جدید ترین مشینری پر پی سی آر(PCR) ٹیسٹ بھی کئے جاتے ہیں اور اس سے حلقہ پی پی۔144، 143، 141 اور 145 وغیرہ کے علاوہ بھی باقی وہ تمام مریض اس لیبارٹری سے مستفید ہوتے ہیں جو اس ہسپتال میں آتے ہیں لہذا کسی بھی ہیپاٹائٹس کے مریض کو کسی دوسرے ہسپتال میں نہیں بھیجا جاتا۔

(ب) کوٹ خواجہ سعید ہسپتال لاہور میں پہلے ہی ہیپاٹائٹس کے مریضوں کے لئے جدید ترین کمپیوٹرائزڈ لیبارٹری کام کر رہی ہے۔

سرکاری کارروائی

بحث

لوکل گورنمنٹ کے نئے نظام پر بحث

(---جاری)

جناب سپیکر: اب ہم نئے لوکل گورنمنٹ سسٹم پر عام بحث شروع کرتے ہیں۔

جناب محمد عارف عباسی: جناب سپیکر!---

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب محمد عارف عباسی: جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ راولپنڈی شہر کے حالات کی طرف دلوانا چاہتا ہوں کہ اس وقت سیلاب کی وجہ سے تقریباً پورا راولپنڈی ڈوبا ہوا ہے۔ ہمیں انتظامیہ کی نااہلی اور کرپشن کی وجہ سے یہ حال دیکھنا پڑ رہا ہے---

جناب سپیکر: جی، جب ہم نے قواعد کو معطل کر دیا ہے اور جس کے لئے آپ سے اجازت طلب کی ہے۔ اب ہم اس پر بحث کا آغاز کرتے ہیں۔

جناب محمد عارف عباسی: جناب سپیکر! اس وقت پوزیشن یہ ہے کہ---

جناب سپیکر: میری بات سنیں کہ اس کا باقاعدہ طریق کار ہے۔ دیکھیں! میرے بھائی اس قواعد کے مطابق آپ بھی چلیں اور مجھے بھی چلنے دیں۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر آپ کو ٹائم دے دیں گے۔ Let me start it.

جناب محمد عارف عباسی: جناب سپیکر! اگر میں اس وقت راولپنڈی کے عوام کی آواز اس ایوان میں نہیں اٹھا سکتا تو مجھے اس ایوان میں بیٹھنے کا کوئی حق نہیں ہے---

جناب سپیکر: جی، کیوں نہیں، ہم آپ کی بات سنیں گے۔ میں نے آپ سے گزارش کی ہے کہ ابھی آپ تشریف رکھیں۔ آپ کی بات ضرور سنی جائے گی اور میں آپ کو ٹائم ضرور دوں گا۔ بڑی مہربانی۔

جناب محمد عارف عباسی: جناب سپیکر! اس وقت راولپنڈی کے عوام جس عذاب سے گزر رہے ہیں اگر یہاں پر بات نہ کی جائے تو بہت بڑی ناانصافی ہو گی۔

جناب سپیکر: جی، بڑی مہربانی۔ دیکھیں! آپ کی طرف سے دو نام میرے پاس ابھی آئے ہیں۔ ایک نام سردار وقاص حسن مؤکل صاحب کا ہے اور دوسرا نام نبیلہ حاکم علی خان صاحبہ کا ہے۔ اس کے علاوہ اگر آپ کوئی نام اور دینا چاہتے ہیں تو ہمیں پہنچا دیں۔ خواجہ نظام المحمود صاحب کا نام بھی آگیا ہے اور بھی کوئی صاحب نام دینا چاہیں تو دے سکتے ہیں۔ قاضی احمد سعید صاحب کا نام بھی لکھیں، ڈاکٹر عائشہ غوث پاشا صاحبہ، محترمہ حنا پرویز بٹ صاحبہ، رانا محمد ارشد صاحب، ملک محمد احمد خان صاحب، جناب افتخار احمد صاحب، جناب امجد علی جاوید صاحب، جناب محمد ارشد ملک (ایڈووکیٹ) صاحب، حاجی محمد الیاس انصاری صاحب اور جناب ذوالفقار علی غوری صاحب، یہ نام جو میں نے بولے ہیں ابھی تک میرے پاس یہ نام آئے ہیں اگر کوئی اور صاحب بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں تو وہ اپنے نام مجھے پہنچا دیں۔ اب میرے خیال میں سردار وقاص حسن مؤکل صاحب سے start کرتے ہیں۔ جی، ان کا مائیک کھولیں۔

سردار وقاص حسن مؤکل: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: اس سے پیشتر کہ آپ کوئی بات شروع کریں۔ میں میاں محمد اسلم اقبال صاحب سے گزارش کروں گا کہ وہ میری بات سن جائیں۔ آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

سردار وقاص حسن مؤکل: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! شکریہ۔ میرے خیال میں اب تک بلدیاتی مسودہ پر بہت سارے معزز ممبران نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اس Bill کے حق میں اور اس کے خلاف بہت ساری باتیں ہوئی ہیں۔ میں اس بحث کے اندر تین چار سوالات آپ کے سامنے یا آپ کی وساطت سے حکومت کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ یہ حکومت وقت کے مطابق پہلا بلدیاتی نظام ہے جو کہ democratically elected government تیار کر رہی ہے۔ اس وقت سے پہلے والے جتنے بھی بلدیاتی نظام ہیں ہم ان کی برائیاں کر رہے ہیں اور ان کی خامیاں ڈھونڈ رہے ہیں لیکن کیا ہمارے ذہن میں یہ بات ہے کہ اس سے پچھلے نظام کو بھی introduce ہونے میں دو سال کا وقت لگا تھا۔ 1999 سے لے کر 2001 تک actual Act پیش ہوا تھا۔ ہمیں ایسی فی الحال سوائے اس کے کہ 15۔اگست کی deadline ہے اور ہم نے سپریم کورٹ میں جا کر یہ جواب پیش کرنا ہے کہ اس پر کام کر رہے ہیں، کوئی ایسی مجبوری نہیں کہ ہم اس چیز پر دو مہینے بھی نہ لگا سکیں۔ ہم دن رات ایک کر رہے

ہیں، اپوزیشن اور حکومت کے تمام ممبران اس میں participate کر رہے ہیں، سپیشل کمیٹی بنی ہوئی ہے تو کیوں نہ ہم ایک ایسا مسودہ لے کر آئیں جو آنے والے سو سال میں بھی چیلنج نہ ہو سکے اور جس کے اندر کوئی خامی نہ ہو۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ اس وقت ہو گا کہ جب ہم اس پر بھرپور انداز سے discussion کریں اور اس کے ایک ایک نکتہ پر اپنا وقت صرف کریں یہ دیکھیں کہ جس نظام کو ہم متعارف کرنا چاہ رہے ہیں وہ actually عام آدمی کی بہتری کے لئے ہے بھی یا نہیں؟

جناب سپیکر! اس ایوان میں جب بھی یہ بحث ہوئی اپوزیشن کی طرف سے ایک ہی point categorically present کیا گیا کہ یہ مسودہ آئین کے خلاف ہے۔ یہ آئین کے مطابق یا آئین کی شق (140-A) کے مطابق مالی، سیاسی اور administration کے اختیارات grass root level تک ٹرانسفر کئے جانے چاہئیں لیکن اس مسودہ میں اب تک کی بحث میں کسی طرح سے بھی یہ present نہیں کیا گیا کہ ان تینوں میں سے کوئی ایک چیز بھی کسی elected member کے پاس جا رہی ہے یا نہیں اور اگر جا رہی ہے تو کیسے جا رہی ہے؟ اس کے علاوہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس نظام میں ایک دفعہ پھر سے ہم elected members اپنے ہاتھوں سے حکومت بیوروکریسی کو دے رہے ہیں۔ پچھلے ساٹھ پینسٹھ سالوں میں جو ہوتا آیا ہے کہ پھر سے وہی ہر کام کے لئے دفتروں کے دھکے، ملازمین، کلرک، ہیڈ کلرک اور اس سرکاری افسر کے پاس جانا پڑے گا جس کی دادرسی کے لئے ہم نے ان ممبران کو elect کر کے کھڑا کرنا ہے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ میں اگلی بات جو کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ پہلے ہی اس ملک کے اندر خیبر پختونخواہ اپنا بلدیاتی نظام لا رہا ہے، سندھ والے اپنا بلدیاتی نظام لا رہے ہیں، بلوچستان والے اپنا اور پنجاب والے اپنا بلدیاتی نظام لا رہے ہیں۔ ایک ملک کے چار صوبے اپنا الگ الگ بلدیاتی نظام present کر رہے ہیں اور ہم پنجاب کے اندر شہروں اور دیہاتوں کی تفریق میں پڑے ہوئے ہیں کہ شہر میں بلدیاتی نظام اور ہو اور گاؤں میں اور ہو۔ میں مانتا ہوں کہ شاید مسائل میں فرق ہو لیکن اس کا تو یہ مطلب ہے کہ کل کو ایک صوبائی اسمبلی دیہات کی ہو گی اور ایک صوبائی اسمبلی شہروں کی ہو گی۔ میرے خیال میں ہمیں at least اس کے اندر اپنی uniformity رکھنی چاہئے کہ بلدیاتی نظام صوبے کے ہر شہری کے لئے ایک جیسا ہو، اس کے اندر کسی قسم کی کوئی discrimination نہ ہو کہ اگر آپ گاؤں میں رہتے ہیں تو کسی اور بلدیاتی نظام کے through چلنا ہے اور اگر آپ شہر میں رہتے ہیں تو کسی اور بلدیاتی نظام کے through چلیں۔ اس کے علاوہ میرے نقطہ نظر سے جو سب سے بڑا اہم مسئلہ ہے وہ یہ

ہے کہ اس نظام کے تحت duplication of authority ہو گی، اس مسودہ کے مطابق محکمہ صحت الگ کام کرے گا، ضلع کی اتھارٹی الگ کام کرے گی۔ اگر ایسا نہیں ہے تو اس سوال کا جواب ہونا چاہئے کہ آنے والے وقت میں یا اس نظام کے رائج ہونے کے بعد ای ڈی او ایجوکیشن کا کیا role ہو گا، ای ڈی او ہیلتھ کا کیا role ہو گا؟ ایک ضلع میں کم از کم پانچ سو سے لے کر پندرہ سو یا دو ہزار تک ملازمین ای ڈی او ہیلتھ یا ایجوکیشن کے محکمہ سے related ہوں گے تو کیا ان کو بھی ہم تنخواہیں دیں گے اور اتھارٹی بھی وہی کام کر رہی ہو گی، کیا ہم duplication کو ختم کرنے کی بجائے بڑھانے کی طرف جا رہے ہیں؟

جناب سپیکر: چیئرمین عبدالرزاق ڈھلوں صاحب! آپ کے متعلق بات ہو رہی ہے، note کیا کریں۔ آپ کی مہربانی۔

محترمہ سعدیہ سہیل رانا: جناب سپیکر! ان کو الگ الگ بنچوں پر بٹھائیں۔

جناب سپیکر: معزز ممبران! ان سے تھوڑا دور ہٹ جائیں مہربانی کریں، گپ شپ کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ Be careful.

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! ان کو باہر بھیج دیں۔

جناب سپیکر: جی، مہربانی۔

سردار وقاص حسن موکل: جناب سپیکر! کیا آنے والے وقت میں حکومت پنجاب ای ڈی او ایجوکیشن اور ای ڈی او ہیلتھ کو بھی تنخواہیں دے رہی ہو گی اور جو نئی اتھارٹیز بنیں گی ان کو بھی تنخواہیں دے رہی ہو گی؟ ظاہری بات ہے کہ سٹاف ہو گا، عملہ ہو گا، resources چاہئے ہوں گے، بلڈنگ ہو گی، transportation ہو گی کیا وہ خرچہ بھی ہم دیں گے اور کس مقصد کے لئے دیں گے؟ اس کا مقصد ہے کہ ای ڈی اوز کو ختم کر دیا جائے کیونکہ جب ہر ضلع میں اتھارٹی بن جائے گی تو ای ڈی او ایجوکیشن یا ای ڈی او ہیلتھ کا کیا کام ہے؟ کیا یہی ہو گا کہ پہلے آپ اتھارٹی کے پاس جاؤ اور پھر آپ ای ڈی او ایجوکیشن کے پاس جاؤ۔ ان سوالوں کے جواب عوام کو اور ہمیں ملنے چاہئیں تاکہ ہمیں پتا ہو کہ آنے والا نظام بہتری لا رہا ہے یا تکالیف میں اضافہ کر رہا ہے؟ میں زیادہ وقت اس لئے نہیں لوں گا کیونکہ میں اس سپیشل کمیٹی کا ممبر بھی ہوں۔۔۔

جناب سپیکر: آپ کے لئے سپیشل دو منٹ بھی ہیں، آپ دو منٹ مزید لے لیں۔ (قہقہہ)

سردار وقاص حسن موکل: جناب سپیکر! آپ کی بہت مہربانی۔ اس بل کے اندر بہت زیادہ ابہام ہیں تقریباً ہر بات generalize کر کے لکھی گئی ہے، کسی قسم کی کوئی specifications نہیں ہیں۔ میں ایک عام شہری ہونے کے ناتے، ممبر اسمبلی ہونے کے ناتے، اس بل کے اندر سے جواب کم اور سوال زیادہ ہی پڑھ سکا ہوں۔ کیونکہ میرے نقطہ نظر سے یہ بل صرف اور صرف اس وقت اس آرڈر یا اس حکم کی تعمیل کے لئے بنایا جا رہا ہے جس کی deadline 15^{th} August ہے نہ کہ اس عوام کے لئے بنایا جا رہا ہے جس نے آخر میں اس سے مستفید ہونا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! ہم کس منہ سے اپنے حلقوں کی عوام کے سامنے کھڑے ہو کر اس بات کے جوابدہ ہوں گے کہ ہم ان کی بہتری کے لئے ایک نظام لائے ہیں جبکہ ان کی بنیاد ہی غلط ہے۔ اگر پچھلے پانچ سالوں میں اس نظام کا draft ہی نہیں بن سکا، اگر بنا ہے تو present نہیں ہوا، present ہوا ہے تو approve نہیں ہوا کیونکہ میں پچھلی اسمبلی کا حصہ نہیں تھا اس لئے شاید میری معلومات کم ہیں لیکن پچھلے پانچ سالوں میں یہی اسمبلی، یہی حکومت اس بل کے ساتھ کیا کرتی رہی ہے؟ اور آج ایک آرڈر کے پیچھے ہم عوام کی بہتری کا نعرہ لگانے والے ہم کسی اور کے حکم کی تعمیل کے ہاتھوں مجبور کھڑے ہیں۔ میرے نقطہ نظر سے یہ ایک وہ بنیادی سوال ہے جس پر ہمیں گہری اور لمبی سوچ رکھنی چاہئے۔

جناب سپیکر! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اُمید کرتا ہوں کہ اپوزیشن کا criticism اس نقطہ نظر سے نہ دیکھا جائے کہ ہمارا کام صرف criticize کرنا ہے بلکہ ہمارا کام تو صرف اور صرف یہ ہے کہ اس مسودے یا بل میں کوئی کمی رہ گئی ہے تو اس کو ظاہر کرنا ہے۔ اگر حکومت ان تجاویز کو consider کر لے گی تو یہ حکومت کی مہربانی ہو گی۔ انشاء اللہ آنے والے وقت میں ہم بہتری کے لئے اپوزیشن کریں گے نہ صرف اس لئے کہ تنقید برائے تنقید کی جائے۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: جی، مہربانی۔ ڈاکٹر عائشہ غوث پاشا تشریف فرما ہیں؟

ڈاکٹر عائشہ غوث پاشا: جی، جناب!

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

ڈاکٹر عائشہ غوث پاشا: جناب سپیکر! اٹھارہویں ترمیم کا جو process شروع ہوا ہے، لوکل گورنمنٹ آرڈیننس اس کی طرف ایک بہت بڑا step forward ہے اور یہ بہت ہی welcome ہے۔ لوگوں کے مسائل ان کے دروازے پر حل کرنے کے لئے یہ ایک بہت ہی بڑا step forward ہے۔ اس مسودے پر

بہت سے comments ہوئے ہیں، یہاں بھی ممبران نے کئے ہیں Review Committee میں بھی یہ بات ابھی تک under discussion ہے۔ ایک دو چیزیں ہیں جو میں highlight کرنا چاہتی ہوں جس پر ابھی تک focus نہیں ہوا ہے۔ میرے خیال میں یہ گورنمنٹ کی ideology کے بہت reflective ہے۔ ایک تو سب سے پہلے یہ ہے کہ اس کی service orientation بہت ہے، یہ realize کرتے ہوئے کہ ایجوکیشن اور ہیلتھ provincial and local governments کی سب سے بڑی social responsibility ہے۔ اس کے علاوہ development authorities بنانے کی تجویز پیش کی گئی ہے اور ان کو لوکل گورنمنٹ میں شامل کیا گیا ہے۔ یہ بہت ہی بڑا step forward ہے نہ صرف یہ کہ ان کو ذمہ داری دی گئی ہے بلکہ ایک لوکل گورنمنٹ کمیشن بنایا گیا ہے جو اپنے اپنے علاقوں میں performance indicators کی basis پر ان کا social audit کرے گا کہ service provision کیسی ہے۔ یعنی کہ service delivery پر accountability کی جائے گی۔ This is a very big step forward. جس پر میرے خیال سے ہم لوگوں کو appreciate کرنا چاہئے اور پہلے کبھی اس پر ہم نے اتنا focus نہیں دیکھا ہے۔ چونکہ development authorities بہت important local subjects ہیں چاہے وہ ایجوکیشن ہو یا ہیلتھ ہو اس لئے اس میں local representation زیادہ ہونی چاہئے جیسا کہ مسودے میں دیا گیا ہے لیکن اہم بات یہ ہے کہ چیئرمین اور وائس چیئرمین elected ہوں تاکہ ان کی accountability ہو، میرے خیال میں Review Committee کو اسے consider کرنا چاہئے۔

جناب سپیکر! دوسری ایک اہم بات جو اس مسودے میں نظر آ رہی ہے وہ گورنمنٹ کا focus on accountability and transparency ہے۔ ایک focus کافی نہیں ہو پایا اس ایوان میں وہ یہ ہے کہ لوکل گورنمنٹ آڈٹ کو بہت tightened کیا گیا ہے تاکہ کرپشن اور leakages کے chances کم ہوں. That needs to be appreciated. نہ صرف یہ بلکہ Right of Information Act لایا گیا ہے تاکہ ہم سب جان سکیں کہ لوکل گورنمنٹ میں کیا ہو رہا ہے؟ یہ ایک اور ایسی بات ہے جو کہ بہت positive step forward ہے۔ ایک چیز میں اور کہنا چاہوں گی کہ جہاں ہم لوکل گورنمنٹ کو strengthen کر رہے ہیں ہمیں ان کو بھی دینا چاہئے تاکہ وہ اپنی service deliver کر سکیں۔ نہ صرف ان کو ہمیں پوری طرح سے administrative set up دینا چاہئے

بلکہ ہمیں ان کو financial resources بھی دینے پڑیں گے تاکہ جو ذمہ داری ان کو دی گئی ہے اور آپ ان کا آڈٹ کرنے والے ہیں کہ انہوں نے perform کیا ہے یا نہیں کیا ہے تو آپ کو انہیں financial resources بھی دینے ہیں ۔ اچھی بات یہ ہے کہ مسودے میں Provincial Finance Commission کی تجویز ہے جو کہ بہت positive step forward ہے ان سے ensure ہو گا کہ لوکل گورنمنٹ کو ان کے financial resources مل رہے ہیں لیکن ایک گزارش اور ہے جو کہ میرے خیال سے گورنمنٹ کو سوچنی چاہئے کہ وہ Provincial Finance Commission میں لوکل گورنمنٹ کی representation بڑھانی چاہئے اس وقت چودہ ممبران کا Provincial Finance Commission ہے جس میں صرف چار لوکل گورنمنٹ کے representatives ہیں۔ میری suggestion یہ ہے کہ اس میں لوکل گورنمنٹ کی representation کی تعداد بڑھانی چاہئے ۔ ایک اور بہت important aspect جو میرے خیال سے پہلے بھی discuss ہوا ہے وہ rural and urban divide ہے۔ مسودے میں یہ کہا ہے کہ efficiencies improve کرنے کے لئے ہے لیکن ہمیں یہ realize کرنا ہے کہ economies of scale اور cost of production یہ بہت important aspects ہیں جن کو ہمیں لوکل گورنمنٹ کے context میں سوچنا پڑے گا۔ اگر ایک ہی ڈسٹرکٹ میں ایک ہی گورنمنٹ ہوتی تو 37 Governments ہوتیں اب چونکہ ہم الگ الگ کر رہے ہیں تو ہماری cost of provisions بہت زیادہ بڑھ جائیں گی میرے خیال سے Review Committee کو اس کے بارے میں سوچنا چاہئے۔ ایک اور aspect جو rural and urban divide کے لئے important ہے وہ یہ ہے کہ پنجاب میں rural and urban linkages بہت important ہیں۔ جس طرح ہمارے صوبے کی development ہو رہی ہے یہ ہم کو کسی طرح strengthen کرنی ہے اور لوکل گورنمنٹ میں ایک بہت important طریقہ ہے اس کو آگے بڑھانے کا۔ ایک اور final بات یہ ہے کہ Review Committee کو اس بارے میں ضرور سوچنا چاہئے کہ آپ جب rural and urban divide الگ کر دیں گے تو یہ bottom up planning نہیں ہو پائے گی تو یہ ایک aspect ہے جو میرے خیال میں Review Committee کو سوچنا چاہئے۔ شکریہ

جناب سپیکر: محترمہ! آپ نے جو آخری بات کی ہے وہ دوبارہ بتائیں۔

ڈاکٹر عائشہ غوث پاشا: جناب سپیکر! میں یہ کہہ رہی ہوں کہ rural and urban divide جو کہ مسودے میں propose کیا گیا ہے، اس میں انہوں نے دو تین rationale بتائے ہیں کہ یہ کیوں کیا گیا ہے۔ ایک تو انہوں نے یہ بتایا ہے کہ efficiency ٹھیک نہیں ہے and so and so forth خود وہ بات ہم سوچ سکتے ہیں اور وہ تھوڑی بہت debatable بھی ہے لیکن اس کے کچھ disadvantages بھی ہیں ایک تو یہ ہے کہ economies of scale in administration نہیں ہو پائے گا، دوسرا cost of collection in administration بہت بڑھ جائے گی۔ آپ خود سوچیں پہلے تو thirty-seven District Governments تھیں، جب آپ rural and urban divide کریں گے تو اس کا manifold increase کر دیں گے تو اس سے ظاہر ہے کہ cost of administration and overheads بھی بڑھ جائیں گے۔ اس کے علاوہ میری تیسری important بات یہ ہے کہ صوبہ پنجاب میں rural and urban linkages بھی ایک positive پہلو ہے جو کہ ہمیں دوسرے صوبوں میں نظر نہیں آتا اور جب آپ rural and urban divide کریں گے تو وہ advantage بھی give up کر دیں گے۔ شکریہ

جناب سپیکر: آپ کا بہت شکریہ۔ محترمہ نبیلہ حاکم علی خان!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتیں۔

ڈاکٹر صلاح الدین خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! آپ کی مرضی ہے۔

ڈاکٹر صلاح الدین خان: جناب والا! میں آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ ایم پی ایز ہاسٹل میں الاٹمنٹ کے سلسلے میں ایک کمیٹی بنائی گئی ہے جس میں الاٹمنٹ کے لئے قرعہ اندازی ہونی ہے۔ میری یہ گزارش ہو گی کہ اس سلسلہ میں جتنا جلدی کوئی فیصلہ ہو سکے تو کریں۔۔۔

جناب سپیکر: یہ بات اس ایوان کے اندر کرنے کی نہیں ہے۔ آپ تشریف رکھیں، ہم مل بیٹھیں گے اور اس مسئلے پر بات کر لیں گے۔ بہت شکریہ

ڈاکٹر صلاح الدین خان: جناب والا! وہاں پر ایم پی ایز نے کمروں پر قبضہ کیا ہوا ہے ان کے خلاف کیا action لیا گیا ہے؟

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ ایسی بات یہاں کرنے کی ضرورت نہیں ہے آپ میرے چیمبر میں آ کر بات کریں۔ آپ کو یہ بھی پتا ہونا چاہئے کہ یہ میرا prerogative بھی ہے۔

خواجہ محمد نظام المحمود: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

خواجہ محمد نظام المحمود: جناب والا! میری گزارش یہ ہے کہ حالیہ بارشوں کی وجہ سے ہمارے علاقہ میں ضلع ڈیرہ غازی خان کے رودکوہیوں کی وجہ سے بہت نقصانات ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر: یہ بات حکومت کے نوٹس میں ہے۔

خواجہ محمد نظام المحمود: جناب والا! ہمارے ضلع ڈیرہ غازی خان میں ابھی تک کوئی ہنگامی کارروائی نہیں ہوئی۔

جناب سپیکر: وزیر صاحب! ان کا پوائنٹ نوٹ کریں۔ عارف عباسی صاحب کدھر گئے ہیں؟ محترمہ نبیلہ حاکم علی خان!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتیں۔ محترمہ حنا پرویز بٹ!

محترمہ حنا پرویز بٹ: جناب سپیکر! آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے لوکل گورنمنٹ بل 2013 پر بات کرنے کا موقع فراہم کیا۔ First of all addressing the question of Dr Ayesha Ghous کیونکہ سپیشل کمیٹی میں یہ decide بھی ہوا تھا کہ rural areas and urban areas کے مسائل میں فرق ہوتا ہے۔ That's why the divide exists اور اسی وجہ سے ایک فنانس کمیشن بنایا گیا to properly channelize the finances between the rural and urban areas. تو ہمیں یہ سمجھنا چاہئے کہ rural areas کے مسائل بالکل مختلف ہیں as compared to urban areas. That is why the divide exists. اور اس کو urbanization کی طرف لانے کے لئے سپیشل کمیٹی کے اندر city council and village council کا concept آیا تھا۔ Now answering one of my opposition members جنہوں نے ابھی ابھی بات کی ہے کہ جتنا لوکل باڈیز الیکشن میں ٹائم زیادہ لگے گا اتنا ہی devolving power میں بھی ٹائم زیادہ لگے گا۔ لوکل باڈی کا point ہی یہ ہے کہ آپ یونین کونسل کے ممبر کو powers transfer کریں، جتنا آپ ٹائم اور لیں گے تو اتنی ہی اس میں دیر لگے گی۔

Three thousand four hundred and sixty four union council members are made to dissolving power to them. So I think that the opposition just for the sake of opposition does criticize.

نہ کرے بلکہ اس بل کو مانے۔۔۔

جناب سپیکر: آپ ان کو کوئی تجویز نہ دیں بلکہ اپنی تجاویز پیش کریں اور اپنی بات کریں۔

محترمہ حنا پرویز بٹ: جناب والا! first of all میں یہ عرض کروں گی کہ:

All of the democratic countries, such developed countries like the US, UK

اور یہاں تک کہ انڈیا، ایران، عراق سب ملکوں میں لوکل گورنمنٹ کے الیکشن non party basis پر ہوتے ہیں کیونکہ

whoever person is responsible, the well reputed person, the well knowledgeable person regardless of whatever party that person belongs to, he should be the notable candidate for the people.

اور یہاں تک کہ UK میں تو Sheriffs بھی عوامی نمائندگی کی بنیاد پر appoint ہوتے ہیں So that Secondly, the Punchayat کہ is important non party basis پر الیکشن ہوں System پنچایت پہلے بھی exist کرتی تھی لیکن first time اس بل میں پنچایت کے فیصلوں کو legal documentation ملی ہے۔ اس طرح کئی دفعہ ہوا ہے کہ گاؤں میں پنچایت کے فیصلے ہوئے ہیں لیکن وہ by court approve نہیں ہوتے تھے۔ اب جو پنچایت کے فیصلے ہوں گے وہ law enforcing agencies کو ماننے پڑیں گے۔ That is a very good point of Punchayat system جو کہ introduce ہوا ہے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ women representation میں خود I am a very strong advocate of women empowerment but I don't believe کہ دو کی جگہ چار خواتین ہونی چاہئیں۔ اس میں وہ خواتین ہونی چاہئیں جو actually آپ کی problems address کر سکیں، اگر ایسی خواتین ہیں جو چار ہیں مگر صرف خانہ پُری کرنے کے لئے ہیں exactly they are not doing anything تو وہ آپ کے sessions attend کرتی ہیں اور نہ ہی آپ کے بل میں کوئی changes کر سکتی ہیں اس لئے ایسی خواتین نہیں ہونی چاہئیں two from a union council out of thirteen members is an appropriate representation ایک suggestion میری یہ ہے کہ جو ایل ڈی اے، واسا، لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی اور اس کے علاوہ

ویسٹ مینجمنٹ کمپنیThat should come under the District Authorityکیونکہ وہ اگر District Authorityکےunderآئے گی تو لوگوں کے مسائل حقیقت میں حل ہوں گے۔یہاں پر ایک بات بار بار بیوروکریسی کے متعلق ہوتی ہے۔

Bureaucracy is important. Elected people are also important but bureaucracy is important because they are the actual consultants. They know ins and outs. They are educated people so they should be a part of the system.

اس کے علاوہ پہلے بھی جتنےprojectsآئے ہیں، جب موٹروےintroduceہوئی تب بھی بہت تنقید ہوئی۔ جب پنجاب گورنمنٹ نےMetro bus system introduceکیا تب بھی اپوزیشن کی طرف سے بہت تنقید ہوئی، جب دانش سکول سسٹمintroduceکیا تب بھی تنقید ہوئی۔اس وقت میٹرو بس سروس پر لاکھ دو لاکھ بندہ روزانہtravelکر رہا ہے

This is for the betterment of the country. Similarly the Local Government Bill that is being passed, it is for the betterment of the country.

اور اس کیclausesکو اگرthoroughlyپڑھا جائے تو یہbetterment for the countryہیں۔

So I think whole-heartedly the opposition should agree with it and pass the Bill. Thank you.

جناب سپیکر: شکریہ۔ خواجہ محمد نظام المحمود!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے۔رانا محمد ارشد!

رانا محمد ارشد: شکریہ۔جناب سپیکر!سب سے پہلے تو میں اپنے تمام معزز ممبران کو آج13۔اگست ہے لہذا یوم پاکستان کے67ویں یوم آزادی پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: وہ تو کل ہے۔

رانا محمد ارشد: ان کو ایڈوانس مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: یعنیin advance?

رانا محمد ارشد: جناب سپیکر! میں توOn the floor of the Houseیہ کہوں گا کہ حقیقت میں تو 3۔جون1947کو پاکستان وجود میں آگیا تھا جب آل انڈیا ریڈیو پر پاکستان کی تقسیم کوannounceکیا گیا تھا، حقیقت میں تو27۔رمضان المبارک کو پاکستان معرض وجود میں آیا تھا یہ تو ہماری14۔اگست کی ایکdateہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ اسلامی ملک ہے۔۔۔

جناب سپیکر: چلیں.Let's come to the point now

رانا محمد ارشد: میں اپنے تمام ساتھیوں کو جشن آزادی کی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: آپ لوکل گورنمنٹ بل پر آجائیں۔

رانا محمد ارشد: جناب والا! یہ جو لوکل گورنمنٹ بل ہے اس پر اپوزیشن اور حکومتی پارٹی کے ممبران نے کافیdiscussionکی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہfirst timeہے کہ ایک ایسا بل بن رہا ہے جس پر سب کوopenly discussionکرنے کا موقع ملا ہے اور مجھے یہ بھی یاد ہے کہ ہمارے معزز جرنلسٹ بھائیوں کو بھی اس بل کے سلسلے میںon boardلیا گیا اور ان کے دو نمائندے بھی ہمارے ساتھ سپیشل کمیٹی میں بیٹھتے رہے گو میں اس کمیٹی کا ممبر نہیں تھا لیکن دونوں اطراف سے ہمارے پچاس پچاس، تیس تیس ممبران اس کمیٹی میں بیٹھ کر اپنی رائے دیتے رہے اور میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ یہ ایک اچھا messageہے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ ایک ایسا بل بننا چاہئے جس میں اوپر سے لے کر نچلی سطح تک اقتدار شفٹ ہونا چاہئے اور عملی طور پر ہونا چاہئے۔1960کا ایک بل تھا وہ بھی ماشاءاللہ ایک ڈکٹیٹر صاحب نے بنایا، اس کے بعد1979والا، اس کے بعد2001میں ایک سسٹم آیا وہ بھی ماشاءاللہ ایک ڈکٹیٹر صاحب نے دیا جن کی عمر اب ستر سال ہو چکی ہے، ابھی کل انہوں نے اپنی سالگرہ سب جیل میں منائی ہے۔ میری اس سلسلے میں گزارش ہے کہ یہ ایک ایسا بل بننا چاہئے جس میں اس وقت ہماری قیادت کا جو وژن ہے، میاں محمد نواز شریف اور میاں محمد شہباز شریف کا وژن اس بل میں نظر آنا چاہئے، اس کی جھلک نظر آنی چاہئے۔2001میں نظام تو تبدیل ہو گیا یونین کونسل میں ناظم اور نائب ناظم تو بنا دیئے گئے تحصیل کی سطح پر بھی بن گئے، ضلع کی سطح پر بھی بن گئے لیکن وہ کرپشن کا بازار اب بند ہونا چاہئے جس نے پاکستان کی عوام کےtaxesسے جمع کی ہوئی پونجی کو بے دریغ لٹایا۔ ایک ہی گلی، ایک نالی یونین کونسل کا ناظم بناتا تھا وہی تحصیل میں بھی پاس ہوتی تھی اور وہی پھر ڈسٹرکٹ کونسل میں بھی پاس ہوتی تھی۔ میری گزارش یہ ہے کہ ان کا آڈٹ ہر صورت میں ہونا چاہئے۔ جیسا کہ144تحصیلوں کا۔۔۔

جناب سپیکر: آپ کو کس نے روکا ہے؟ .You are the Government

رانا محمد ارشد: جناب سپیکر! میں عوام سے ووٹ لے کر آیا ہوں، میری یہ رائے ہے کہ اس پر ایک ایسا بل بننا چاہئے جس میں check and balance ہو کیونکہ ہم ultimately عوام کو جوابدہ ہیں اور عوام ہمیں کرپشن کا راستہ کھولنے کی اجازت نہیں دے گی۔ میری یہ درخواست ہوگی کہ یونین کونسل کے چیئرمین اور وائس چیئرمین عوام سے direct ووٹ لے کر منتخب ہوں اور وائس چیئرمین کو بھی اختیارات دیئے جائیں۔ پچھلے دور میں نائب ناظم کے پاس کوئی اختیار نہیں تھا لیکن میرا خیال ہے اب یہ وائس چیئرمین بااختیار ہوں گے۔

جناب سپیکر: یہ آپ کا خیال ہے یا اس Local Government Bill میں وائس چیئرمین کو کچھ اختیارات دیئے گئے ہیں؟

رانا محمد ارشد: جناب سپیکر! انشاء اللہ وائس چیئرمین بااختیار ہوں گے۔ میں یہ بھی چاہوں گا کہ ٹاؤن کمیٹی کا سائز minimum کیا جائے اور اس کو پندرہ سے پچیس ہزار آبادی تک محدود رکھا جائے۔ اسی طرح تیس ہزار سے زیادہ آبادی پر میونسپل کمیٹی بنائی جائے تاکہ وہاں پر عوام کو اچھے طریقے سے facilitate کیا جا سکے۔ میونسپل کارپوریشن کی آبادی پانچ لاکھ سے کم کر کے تین لاکھ کی جائے۔ پچاس ہزار سے لے کر تین لاکھ تک میونسپل کارپوریشن کی آبادی ہونی چاہئے۔ 15 لاکھ سے زیادہ آبادی پر میٹروپولیٹن بنائیں۔

جناب سپیکر! پنچایت سسٹم میں مقامی سطح پر منتخب ہونے والے کونسلروں کو بھی بطور ممبر شامل کیا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ پنچایت میں پڑھے لکھے ریٹائرڈ اساتذہ یا ملازمین کو بھی بطور ممبر شامل کیا جائے اور ان کی تعداد پچاس فیصد ہونی چاہئے۔ یہی میری تجاویز ہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ Local Government Bill معزز ممبران کی تجاویز کو شامل کرنے کے بعد final کیا جائے گا۔ ایوب خان بی ڈی ممبروں کے ذریعے صدر منتخب ہوا اور اُس نے اس نظام کو اپنے مفاد کے لئے بے دریغ استعمال کیا۔

جناب سپیکر: آپ اپنے آپ کو اس Bill تک confine کریں اور ادھر اُدھر نہ جائیں۔

رانا محمد ارشد: جناب سپیکر! یہ ہسٹری ہے، مادر ملت نے صدر کا الیکشن contest کرنا تھا اور ایوب خان کو پنتالیس سو بی ڈی ممبران نے ووٹ دے کر اس ملک کا صدر بنایا تھا۔ اس ملک پاکستان کے لئے جو خواب

علامہ اقبال اور قائد اعظم نے دیکھا تھا ہمیں اس طرف جانا ہے اور انشاء اللہ ہم اُن کے خواب کے مطابق اس ملک کی تعمیر کریں گے۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: بڑی مہربانی۔ قاضی احمد سعید صاحب!

قاضی احمد سعید: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! یہ حقیقت ہے کہ پاکستان سے باہر دنیا میں اور خاص طور پر یورپ میں جب کوئی حکومت جاتی ہے تو نئی آنے والی حکومت پہلی حکومت کے نظام اور منصوبوں کو جاری رکھتی ہے یا ان میں موجود چند خامیوں کو دُور کر دیتی ہے۔ ہماری بد قسمتی ہے کہ پاکستان یا پنجاب میں جب کوئی حکومت جاتی ہے تو نئی آنے والی حکومت اس کے تمام منصوبہ جات کو ختم کر دیتی ہے۔

جناب سپیکر: قاضی صاحب! آپ اس Local Government Bill کی طرف آئیں۔

قاضی احمد سعید: جناب سپیکر! میں اسی طرف آ رہا ہوں۔ آپ میری عرض تو سُن لیں۔ میاں محمد شہباز شریف نے اپنی پچھلی حکومت کے پورے پانچ سال مکمل کئے ہیں۔ خادم اعلیٰ پنجاب اُس وقت all in all تھے تو پھر انہوں نے لوکل باڈیز کے الیکشن کیوں نہیں کرائے، کیا قباحت اور رکاوٹ تھی؟

جناب سپیکر: اس ہسٹری میں جائیں گے تو پھر آپ کو نقصان ہو گا اس لئے اس بات کو چھوڑ دیں اور آگے چلیں۔

قاضی احمد سعید: جی، اچھا۔ آپ جیسے فرما رہے ہیں ویسے ہی کر لیتے ہیں۔ Local Government Act, 2013 کا جو مسودہ پیش کیا گیا ہے یہ 1979 اور 2001 کے Local Government Acts کو ملا کر بنایا گیا ہے۔ 1985 سے 1997 تک پنجاب میں پاکستان مسلم لیگ جو آج کل مسلم لیگ (ن) ہے کی حکومت رہی ہے۔ انہوں نے 1979 کے ایکٹ کے تحت بلدیاتی الیکشن کرائے۔ جب پرویز مشرف کی حکومت آئی تو انہوں نے Local Government Act, 2001 پاس کروا کر 2001 اور پھر 2005 میں بلدیاتی الیکشن کروائے۔ یہ موجودہ Local Government Act, 2013 ان تمام قوانین کو ملا کر تیار کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر! جب تک لوکل باڈیز کو مالی اور انتظامی اختیارات حاصل نہیں ہوں گے تو اس وقت تک عوام کو ان کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ بیوروکریسی یہ چاہتی ہے کہ مالی اور انتظامی اختیارات ہمارے پاس رہیں۔ اس Local Government Act, 2013 میں ایک افسوسناک بات یہ ہے کہ ضلع

کونسل اور میونسپل کمیٹی کے چیئرمین کو ہٹانے اور suspend کرنے کے اختیارات وزیر اعلیٰ کو دیئے گئے ہیں حالانکہ ان لوکل باڈیز کا ایک اپنا سسٹم ہے۔ ان کا ایوان ہے، منتخب ممبران ہیں جو کہ تحریک عدم اعتماد کے ذریعے اپنے چیئرمین کو ہٹا سکتے ہیں اور اس کا مواخذہ کر سکتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ صرف نام کا بلدیاتی نظام ہو گا جبکہ اصل میں تمام اختیارات لاہور اور بیوروکریسی کے پاس ہوں گے۔

جناب سپیکر! اس Local Government Act, 2013 کے حوالے سے میری دوسری تجویز یہ ہے کہ اس کے تمام ممبران الیکشن کے ذریعے منتخب ہوں۔ یہ نہ ہو کہ پانچ، چھ یا سات ممبران تو منتخب ہو کر آئیں اور باقی ممبران کو select کر لیا جائے۔ میں یہ بھی کہتا ہوں کہ چیئرمین، وائس چیئرمین اور دوسرے منتخب ممبران کو مالی اور انتظامی اختیارات ملنے چاہئیں لیکن ان پر check and balance ضرور ہونا چاہئے۔ میری یہی درخواست ہے کہ اس ایکٹ میں اختیارات بیوروکریسی کو نہیں بلکہ منتخب نمائندوں کو ملنے چاہئیں۔ اسی طرح ان کو ہٹانے کا اختیار بھی ارباب اختیار لوگوں کی بجائے ضلع کونسل، میونسپل کمیٹی یا یونین کونسل کے ممبران کے پاس ہونا چاہئے۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: جی، بہت مہربانی۔ ملک محمد احمد خان صاحب!

ملک محمد احمد خان: جناب سپیکر! اس بل پر بات کرنے سے پہلے اگر تاریخی حوالے سے تھوڑا سا اس کا جائزہ لے لیں تو بہتر ہو گا۔ اس بل کے اچھے پہلو بھی ہیں اور اس کے اندر کچھ ایسی چیزیں ضرور ہیں کہ جن کو مزید بہتر کیا جا سکتا ہے۔ Basic Democracies, 1959 کا جو آرڈیننس پاس کیا گیا اس کے پیچھے ایک خاص mind set تھا اور اُس وقت صدر ایوب خان کی ایک intention تھی۔ انہوں نے بی ڈی ممبران create کئے اور ان کے ذریعے اپنی legitimacy demand کی۔ Franchise of vote نہ ہوئی، عام آدمی کو ووٹ کا حق نہ دیا گیا بلکہ انہی بی ڈی ممبران کے ذریعے صوبائی legislatures، قومی اسمبلی اور Presidential election کو conduct کروایا گیا۔ اس کی جو نیت اور منشا تھی وہ ہمارے سامنے آ گئی اور وقت نے اس کو ثابت بھی کر دیا۔ اُس وقت صدر ایوب خان نے ایک تقریر کی تھی جس کو notorious speech کہا جا سکتا ہے جس کا بعد میں آنے والے وقتوں نے تعین کیا کہ ان کے سوچنے کا انداز غلط تھا۔ اُس وقت جنرل ایوب خان نے یہ کہا کہ "یہ آج ہم ایک جمہوریت کا خاکہ اپنے ملک میں لے کر آ رہے ہیں۔ ہمیں اپنی intelligence اور اپنے لوگوں کی ضروریات کے مطابق system device کرنا چاہئے نہ کہ کسی adopted system کو لینا چاہئے۔ ہمیں Western Democracy کی طرف دیکھنا ہے، ہندوستان اور نہ ہی برطانیہ کی مثال لینی چاہئے۔ ہم

ایک ایسا نظام دیں گے جو indigenous ہوگا۔وہ ہم اپنے طور پر create کریں گے اور وہ ہمارے لوگوں کی tailor-made ضرورتوں کو پورا کرے گا۔"یہ ان کی speech on record ہے۔

جناب سپیکر!اس کے بعد 1979 میں جنرل ضیاء الحق نے اپنے ایک Proclamation Order میں لوکل گورنمنٹ کے الیکشن کا قانون دیا اور اس پر الیکشن conduct کروائے گئے۔اس کا بھی مدعا سامنے تھا۔جنرل ایوب بھی ایک ریفرنڈم کرانا چاہتے تھے۔اس میں مماثلت یہ ہے کہ جب یہ dictators کوئی لوکل باڈی کا قانون دیتے ہیں تو اس کے پیچھے ایک خاص سوچ کارفرما ہوتی ہے۔جنرل ایوب نے بھی ایک ریفرنڈم کرایا جو کہ ایک shame referendum تھا۔جنرل ضیاء الحق نے بھی 1984 میں ایک shame referendum کرایا اور پھر 2001 میں جنرل مشرف آ گئے۔انہوں نے بھی Local Government Laws کو تھوڑا سا ایک step آگے لے جانے کا عندیہ دیا اور کہا کہ میں District Governments formulate کروں گا۔اس کے لئے انہوں نے این آر بی کا چیئرمین جنرل تنویر نقوی کو بنایا۔این آر بی نے اس کے اوپر بڑی لمبی چوڑی debates کروائیں۔انہوں نے اس میں سوسائٹی کے تمام لوگوں،وکلاء کو involve کیا اور پھر ایک قانون سامنے لے کر آئے۔لوکل گورنمنٹ کا جو قانون 2001 میں آیا اس نے پچھلے دو قوانین کی ہیئت کو مکمل طور پر تبدیل کر دیا۔اس نے Local Governments کو District Governments کا نام دیا۔ناظم اور نائب ناظم کی صورت میں academically ایک بااختیار آفس سامنے رکھا لیکن financial powers devolve نہ کیں۔اس کے پیچھے ان کی بھی ایک منشا تھی اور اس کے پیچھے بھی ایک ایسی سوچ کارفرما تھی کہ کسی طرح سے مجھے legitimacy ملے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے تینوں فوجی حکمرانوں جنرل ایوب خان،جنرل ضیاء الحق اور جنرل پرویز مشرف نے local bodies کے laws کا سہارا لیا اور تینوں نے تین مختلف قوانین دیئے۔Basic Democracies, 1959 کا قانون مکمل طور پر علیحدہ ہے۔1979 والا لوکل گورنمنٹ کا law مکمل طور پر الگ اور 2001 کا ضلعی حکومتوں کا قانون ایک بالکل نئے نظام کے طور پر سامنے لایا گیا۔اب اگر آپ ایک تقابلی جائزہ لیں تو جو قوانین West میں رائج ہیں چاہے وہ Los Angeles کی District Governments یا City Governments ہوں، چاہے وہ انگلینڈ کی Borough Councils کا قانون ہو اور چاہے وہ سری لنکا کا قانون ہو وہ 2001 کے ضلعی حکومتوں کے قانون سے بالکل مختلف ہیں۔یہ 2001 کا ضلعی حکومتوں کا قانون قدرے مفصل تھا۔اس میں بہت ساری تفصیلات دے دی گئیں۔اس میں Municipal services کی

definitions کو بڑا واضح کیا گیا۔ وہ ان قوانین کو جن کے ذریعے نیچے تک empowerment ہوتی ہے سامنے تو لائے لیکن اس میں بھی بدنیتی کارفرما تھی اور وہ اختیارات نیچے تک منتقل نہ کئے گئے یعنی financial powers devolve نہ کی گئیں۔ جب کسی بُری نیت کے ساتھ کوئی کام کیا جاتا ہے، جب اپنی legitimacy تلاش کرنے کے لئے فوجی ڈکٹیٹر Basic Democracies, Local Governments or District Governments کا سہارا لے کر referendums کروائیں گے تو اس کے نتیجے میں confusion create ہو گی۔ صفحے پر چاہے جتنے مرضی اچھے الفاظ لکھ دیں لیکن عملی طور پر وہاں پر ایک confusion create ہو گی۔ 2001 کے قانون کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہاں پر ایک confusion create ہوئی۔ وہاں پر یہ confusion create ہوئی کہ Revenue Authorities کیسے کام کریں گی؟ دس پندرہ سال تک نہ صرف صوبہ پنجاب بلکہ پورا پاکستان ایک مخمصے کا شکار رہا اور اس کے نتیجے میں ایک utter confusion پھیلی رہی۔ جب سیاسی حکومت آئی تو اس نے اس سارے پروگرام کو rollback کر کے ایک اچھا اور مربوط نظام دینے کی کوشش کی اور اب Punjab Local Government Bill, 2013 آپ کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر! یہ تینوں قوانین کتاب پر تو بہت اچھے لگے لیکن جب نیت سامنے آئی تو پتا چلا کہ یہ District Governments کے نام پر ایک فراڈ کر کے اپنی legitimacy تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اب اس موجودہ Bill میں پانچ بڑے important points ہیں۔ پہلا point یہ ہے کہ آپ دیہات کی سطح پر پنچایت سسٹم رائج کرنا چاہتے ہیں۔ ذرا تصور کیجئے اور آپ اس کا ایک picturesque لیں۔ آپ دیہات کی سطح پر پنچایت کا نظام لانا چاہتے ہیں اور اس کا اختیار یونین کونسل کو دے رہے ہیں۔ آٹھ یا دس دیہات پر مشتمل ایک یونین کونسل ہو گی جس کو Village Council کا نام دیا جا رہا ہے تو اس Village Council کے اندر سے ایک پارٹی جیت کر آئے گی۔ چیئرمین اور وائس چیئرمین direct ووٹ لے کر آئیں گے۔ پنچایت کونسل یا مصالحتی انجمن کی نامزدگی کا اختیار یونین کونسل کے پاس ہوگا اور میرے نزدیک یہ ایک flaw ہے۔ جب یہ قانون عملی طور پر on ground جائے گا تو اپنے ثمرات نہیں چھوڑ سکے گا۔ ہندوستان میں Village Council کا ایک رائج طریق کار ہے۔ ہندی زبانی میں "پنچ" Head کو کہتے ہیں تو پنچ سے پنچایت اخذ ہوا اور اس پنچایت کا Head ایک elected بندہ ہوتا ہے۔ اس گاؤں یا دیہات کے لوگ اس کو ووٹ کے ذریعے منتخب کرتے ہیں اور اس کے پاس اختیارات ہوتے ہیں۔ ان کی C.R.P.C اور Penal Code کے اندر یہ

providedہے کہ جوsmall track casesہوں گے ان کو یہ سنیں گے۔ وہاں پر تینtracksکام کرتے ہیں۔ کچھoffences directlyقابل دست اندازی پولیس ہوتے ہیں جیسا کہ ہماریP.P.C کے اندر ہیں۔ اس وقت ہم جو قانون بنا رہے ہیں اس میں یہ ایک بڑا اچھا اور زبردستideaہے۔ میں بالکل اس کے حق میں ہوں کہ پنچایت کاrevivalہونا چاہئے کیونکہ پنچایت بہت سارے معاملات کو دیہات کی سطح پر طے کر دیتی ہے۔ پنچایت ایک ایسی باڈی ہوتی ہے جس کے اوپر سب کا اعتماد ہوتا ہے اور اگر وہ پنچایت وہاں پرeffectiveنہ ہو سکی تو پانچ یا سات سال کے بعد ہم اس چیز کو ضرور بھگتیں گے کہ ہمارے پاس یہ موقع تھا لیکن ہم نے اسflawکو دُور نہیں کیا۔ یہ ڈکٹیٹر کا آرڈیننس نہیں ہے۔ اگر ہم پوری دیانتداری کے ساتھ اس لوکل گورنمنٹ کے قانون میں صرف اسpointکو سامنے رکھتے ہیں کہ ہم نے اپنے لوگوں کے لئےdeliveranceدینی ہے تو پھر ہم پنچایتselectنہیں بلکہelect کرنے کا سسٹم بنائیں۔ وہاں پر کہیں ایسا نہ ہو کہ جو چیئرمین اور وائس چیئرمین اسVillage Councilسے منتخب ہو کر جائیں تو وہ پارٹی ازم کی بنیاد پر، کسیprejudiceیاnepotismکی بنیاد پر اپنی پنچایت کو نسل کوselectکرنے لگیں۔ یہ الیکشن کا طریق کار ایک مروجہ نظام ہے اور اس پر سب کا اعتماد بھی ہے تو میری درخواست ہوگی کہ اس قانون میں اس چیز کو ضرور شامل کیا جائے یا اس کو سامنے رکھا جائے۔

جناب سپیکر! دوسرا آپ نے یونین کونسل کی سطح پر چیئرمین اور وائس چیئرمین کے انتخاب کوdirect basisپر کر دیا ہے۔ اب دیکھیں، یہ آپ کا جو صوبائی اسمبلی پنجاب کا ایوان ہے یہ لوگوں سےdirectووٹ لے کرelectہو کر آتا ہے اور اس کے پاس یہ اختیار ہوتا ہے کہ اپناLeader of the House electکرے۔ اچھا قانون ہے لیکن سیاسی اعتبار سے جب اس ملک کے اندر پارلیمانی نظام موجود ہوگا اور نچلے یا تیسرےtierکے اندر جب آپ پوری نیک نیتی کے ساتھ عوام کوdeliverance دینے کے لئے جا رہے ہیں تو کوئی کہیں پر سیاسی بد دیانتی نہ ہو جائے۔ جب قومی اسمبلی کے پاس اپناLeader of the Houseمنتخب کرنے کا اختیار ہے اور جب صوبائی اسمبلی کے پاس اپناLeader of the Houseمنتخب کرنے کا اختیار ہے تو وہ باڈی جس نے دیہات کے لوگوں کی صحت و صفائی کا خیال رکھنا ہے، وہ باڈی جس نے دیہات کے اندر پنچایت کا نظام بحال کرنا ہے، وہ باڈی جو آپ کو تمامmunicipal servicesدے گی تو اس کے پاس بھی یہ اختیار ہونا چاہئے۔ یہ لوکل باڈیزatleast in lineتو ہوں اور ان کے اندرpolitical frictionنہ آئے۔ یہ نہ ہو کہdirectووٹ

لینے کے بعد آپ اس ایوان کو redundant کر دیں، اس ایوان کو بے معنی کر دیں، اس کی افادیت ختم ہو جائے اور وہ جنرل کونسلر جو کہ ہمارے اس سارے process کے اندر بنیادی رُکن ہوگا وہ عضو معطل کی طرح الیکشن کے بعد کسی کام کا نہ رہ جائے۔

جناب سپیکر! میری تیسری بات یہ ہے کہ Law Minister has done his level best. اور یہ تعریف کرنے والی بات نہیں ہے، انہوں نے عملی طور پر تمام اپوزیشن کو on board کیا، معزز ممبران کے لئے House open کیا کہ سپیشل کمیٹی کی میٹنگ ہے تو جن کے پاس جو تجاویز ہیں وہ لے کر وہاں پر آ جائیں۔ بہت سے دوست سپیشل کمیٹی کی میٹنگ میں گئے اور انہوں نے اپنی اپنی تجاویز دیں۔ ہم نے یونین کونسل کا جو structure بنایا وہ آپ کے سامنے ہے، اُس پر تھوڑا بہت ایک سیاسی بنیاد یا academic basis پر جو اختلافِ رائے آ سکتا ہے کہ آپ کے تینوں tier کے پاس اختیار موجود ہے کہ وہ اپنا Leader of the House بنائیں اور آپ جو بنیادی نظام بنا رہے ہیں اُس کے پاس وہ اختیار موجود نہیں ہے لیکن آپ ٹاؤن پر یہ اختیار دے رہے ہیں۔ آپ کہہ رہے ہیں کہ ٹاؤن میں وارڈ بندی ہوگی۔ اُس وارڈ کے ذریعے جو جنرل کونسلرز منتخب ہوں گے اُن کے پاس یہ اختیار ہوگا کہ وہ اپنے چیئرمین کو منتخب کر سکیں۔ آپ نے اس میں یونین کونسل کا جو ایک یونٹ بنایا ہے اور ٹاؤن کمیٹی کا ایک یونٹ بنایا ہے تو عملی طور پر ان دونوں کے اندر جو فرق آئے گا وہ rural and urban کی اُس خلیج کو مزید بڑھائے گا۔ اب trend یہ ہے کہ ہم اس shadow سے باہر نہیں نکل سکیں گے۔ 2001 کے قانون کے اندر اگر بدنیتی نہ ہوتی، 2001 کے قانون کے ذریعے مشرف نے اگر اپنے لئے legitimacy تلاش نہ کر لی ہوتی تو میں آپ کے سامنے یہ استدعا کروں گا کہ وہاں پر جو confusion create ہوئی، وہاں پر لوگ پانچ سال تک دفاتر کے چکر لگاتے رہے، جب کمشنریٹ کو ختم کیا گیا، 150 سالہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کا نظام ختم کیا گیا، ڈپٹی کمشنر کا نظام ختم کیا گیا اور اُن لوگوں کی طرف سے ختم کیا گیا جو اس کے لئے trained تھے، equipped تھے اور نہ ہی انہوں نے proper home work کیا اور وہ صرف اخباری بیانات کی حد تک محدود رہے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ اس لاء کے نتیجے میں ہم جو confusions remove کر سکتے ہیں، further کوئی ایسی ambiguity آئے کہ دس سال تک یہ صوبہ پنجاب پھر ایک نئی تجربہ گاہ بنا رہے اور جن عوام کے ووٹ کے ذریعے میں، آپ Leader of the House and Leader of the Opposition, even the Prime Minister جن کے ووٹ کے ذریعے سے منتخب ہو کر آتا ہے وہ دس سال تک پھر ایک ذلت کی چکی میں

پستے رہیں۔آپ کی بھی ذمہ داری ہے اور جو lay Bill کر رہے ہیں اُن کی بھی ذمہ داری ہے اور ہمارا کام آپ کے سامنے اس چیز کی نشاندہی کرنا ہے۔

جناب سپیکر! میری اگلی استدعا یہ ہوگی کہ میٹروپولیٹن کارپوریشنز کا چوتھا tier ہے۔ میٹروپولیٹن کارپوریشنز میں وہی طریق کار ہے تو practically ہوگا کیا کہ جتنے شہر ہیں کیونکہ شہروں کے اندر آپ through ward system elect کر رہے ہیں یعنی شہروں کے اندر direct vote نہیں ہوگا۔چیئرمین کا الیکشن indirect vote کے ساتھ ہوگا اور دیہات بھگتیں یعنی وہ direct vote کے ذریعے جائیں تو کم از کم اس خلیج کو کم کرنے کی کوشش کی جائے۔اس بل کے اندر powers and authorities کے حوالے سے جو کوشش کی گئی ہے یہ بڑی اہم بات ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ پچھلے تین قوانین کا جو تجربہ اور نچوڑ تھا تو کوشش یہ کی گئی کہ میونسپل سروسز کے حوالے سے اور تمام وہ سروسز جو اُس کی align services ہوتی ہیں اور جو مقامی سطح پر ایک اچھا نظام حکومت دینے کے لئے دی جا سکتی ہیں اُس کے اوپر لاء منسٹر اور اُن کی ٹیم شاباش کی مستحق ہے کہ انہوں نے ایک بہت اچھا بل پیش کیا اور انشاء اللہ یہ مقامی سطح پر لوگوں کے مسائل کو حل کرنے کے لئے مددگار اور معاون ثابت ہوگا۔

جناب سپیکر! میں اپنی بات کو سمیٹتے ہوئے آپ سے یہ استدعا کروں گا کہ میں نے آپ کے سامنے تینوں ڈکٹیٹرز کے Local Government System کا جو تقابلی جائزہ پیش کیا جس میں تینوں ڈکٹیٹرز کی بدنیتی، تینوں ڈکٹیٹرز کی اپنے لئے legitimacy ڈھونڈنی اور ان 65 سالہ تاریخ کے اوراق پر یہ پہلا موقع ہے کہ آپ یہ طے کر سکتے ہیں کہ یہ وہ بل ہے جو آج پنجاب اسمبلی میں بھی آ رہا ہے اور یہ ایک scrutiny line پر جائے گا۔یہی وہ بل ہے جو آج سندھ اسمبلی میں آ رہا ہے اور وہ بھی scrutiny line کے اوپر جائے گا،یہی وہ بل ہے جو KPK کے اندر بھی آ رہا ہے اور وہ بھی scrutiny line کے اوپر جائے گا تو یہاں پر وہ بنیادی باتیں طے ہونی چاہئیں کہ یہ انتخابات سیاسی بنیاد پر ہوں گے یا غیر سیاسی بنیاد پر ہوں گے، جماعتی بنیاد پر ہوں گے یا غیر جماعتی بنیاد پر ہوں گے۔ ممکن ہے کہ اس میں میری رائے biased ہو کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ میری constituency safe رہے، میرا vested interest ہے لیکن ان سب چیزوں سے بالاتر ہو کر across the board بات کرنا پڑے گی۔ میں اس پر اپنی پوری دیانتدارانہ رائے رکھتا ہوں کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ اس ملک کے اندر سیاسی نرسریاں مستحکم ہوں اور میں اپنے ذاتی مفادات کو پس پشت ڈال کر آپ سے یہ درخواست کروں گا کہ آپ اس بل

کو سیاسی بنیادوں پر endorse تو کر کے بھیجیں، party manifesto پر گلی گلی، دیہات دیہات ووٹ لینے کے لئے تو بھیجیں کہ میرے اندر یہ ڈر نہ ہو کہ پیپلز پارٹی آج جو میرے صوبے سے wipe ہو گئی ہے وہ اپنا symbol دے گی تو create ہو گا۔ آنے والا وقت اس بات کا ضرور تعین کرے گا کہ آپ کا یہ فیصلہ درست تھا اور میں یہ بات پوری دیانتداری کے ساتھ آپ کو کہہ رہا ہوں۔

جناب سپیکر! میری آپ سے یہ بھی درخواست ہو گی کہ جب اس قانون کو عملی طور پر اس ایوان کے اندر lay کر دیا جائے گا تو اس کو تین حصوں میں bifurcate کر لیں۔ Composition کا حصہ جو ہم کہہ رہے ہیں کہ urban and rural کی خلیج بڑھے گی اس کو kindly ذرا اپنی نظر میں رکھ لیں اور دیکھ لیں کہ اس خلیج کو کس طرح سے کم کیا جا سکتا ہے؟ براہِ کرم یہ اختیارات مقامی سطح پر devolve ہونے دیں۔ یہ جو Education and Health Authority کا concept ہے میں ایک طالب علم کی حیثیت سے ایک body corporate کی functioning سمجھتا ہوں اگر تو مطمع نظر یہ ہے کہ ان دونوں کے اختیارات صوبائی حکومت پر رہیں تو پھر اٹھارہویں ترمیم جس پر ہماری لیڈرشپ بھی اور باقی تمام سیاسی جماعتوں کی لیڈرشپ بھی committed تھی۔ اٹھارہویں ترمیم کے مطابق کیا ہوا ہے کہ وفاق نے اپنے اختیارات صوبوں کو دے دیئے تو اب ہماری بھی یہ خواہش ہے کہ یہ اختیارات صوبوں سے منتقل ہو کر نیچے چلے جائیں اور اس سے کسی قسم کی political authority میں کوئی compromise نہیں ہو گا۔ mind it کہ یہ چیز آپ کے credit میں جائے گی، اس حکومت کے credit میں جائے گی کہ جب آپ اپنے اختیارات کو نچلی سطح پر منتقل کریں گے تو جس پالیسی لائن پر چیف منسٹر پنجاب آج اپنی پوری political base camp کر کے بیٹھے ہیں وہ آج اس چکر میں نہیں ہیں کہ میں فلاں ایک ایم پی اے کے ذاتی اور انفرادی کاموں کو دیکھوں وہ اجتماعیت کی سوچ رکھتے ہیں، وہ پنجاب کی بہتری کا ایجنڈا لے کر چل رہے ہیں تو یہ جتنا نیچے devolve ہو گا اتنا چیف منسٹر کے لئے بہتر ہو گا، اس political party کے لئے بہتر ہو گا تو financial powers devolve ہونی چاہئیں۔

جناب سپیکر! کینوس پر ایک litmus test ہوتا ہے۔ میری صرف یہ استدعا ہو گی کہ اُن ڈکٹیٹروں نے جو قوانین دیئے، time prove کرے گا کہ پنجاب اسمبلی نے جو قانون پاس کیا وہ ان ordinances سے بہتر تھا تو اس کے اندر جو کمیاں کوتاہیاں ہیں از راہِ کرم ان کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ بہت مہربانی۔

جناب سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، حسن محمود صاحب ہیں؟۔۔۔ موجود نہیں۔ ملک تیمور مسعود صاحب!

ملک تیمور مسعود: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! آپ کا بہت شکریہ۔ آج اور اس سے پہلے کافی دنوں سے پنجاب لوکل باڈیز بل کے اوپر بڑی پُر مغز تقاریر بھی ہوئیں، تجاویز بھی آئیں اور میں سمجھتا ہوں کہ ہماری یہ خوش قسمتی ہے کہ ہم ایک ایسے بل کا حصہ بننے جا رہے ہیں جو حقیقی معنوں میں ایک جمہوری حکومت پیش کر رہی ہے۔ جیسا کہ میرے سے پہلے فاضل دوست نے نہایت ہی عمدہ باتیں کرتے ہوئے اس بات کی طرف روشنی بھی ڈالی کہ اس سے پہلے جتنے بھی لوکل گورنمنٹ سسٹم آئے کوئی شک نہیں کہ وہ تمام سسٹم آمروں نے پیش کئے اور اُن کے پیچھے جو بھی اُن کے عزائم یا جو بھی اُن کے personal interests تھے وہ اپنی جگہ لیکن یہ جو لوکل گورنمنٹ سسٹم پیش کیا جا رہا ہے جو کہ آرٹیکل A-140 کی رُو کے مطابق ہونا چاہئے اور جس میں حقیقی طور پر politically, administratively and financially اِن local governments کو empower کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم جب اس بل کو پڑھتے ہیں اور اس کی گہرائی میں جاتے ہیں تو مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہ اپنی اصل رُو سے بہت پیچھے ہے۔ جہاں تک political powers دینے کی بات ہے تو میرے دوستوں نے بھی یہاں پر بات کی، حکومتی بنچوں سے بھی یہ بات ہوئی کہ جب ہم خود آج منتخب ہو کر اس ایوان میں بیٹھے ہیں تو ہم ایک vision، ایک سوچ اور party manifesto کے ساتھ عوام کے پاس گئے ہم نے اپنے آپ کو اس manifesto کو سامنے رکھ کر اپنی اپنی پارٹیوں اور لیڈر شپ کے پیچھے لوگوں سے اعتماد حاصل کیا۔ آج ہر شخص اتنا سیاسی شعور رکھتا ہے اور وہ بہتر جانتا ہے کہ کس پارٹی اور لیڈر شپ میں وہ dynamic qualities ہیں جن کو follow کرنا چاہئے اور عوام میں سے ایسے نمائندوں کو آگے لے کر آنا چاہئے کہ جن کو political parties نامزد کرتی ہیں۔ ہم میں سے ہر شخص سیاسی شعور رکھنے کے باوجود بطور ممبر منتخب ہونے کے بعد اور parties lines کو follow کرتے ہوئے party manifesto کی بات کرتا ہے تو پھر جب ہم لوکل گورنمنٹ یا لوکل باڈیز کی بات کرتے ہیں تو کیوں ہم ان چیزوں سے چشم پوشی کرتے ہیں؟ یہاں خوشی اس بات کی ہے کہ گورنمنٹ نے اپوزیشن کو ساتھ لے کر چلتے ہوئے Special Committee بنائی اور کوشش کی گئی کہ اتفاق کے ساتھ اس بل کو پیش کیا جائے لیکن Special Committee میں معزز وزیر قانون کی جانب سے جب یہ lame excuse دیا جاتا ہے کہ ہم اتنے چھوٹے level پر عام لوگوں کو political system کے اندر اور سیاسی طور پر ایک دوسرے سے لڑانا نہیں چاہتے اس لئے ہم غیر جماعتی بنیادوں

پر الیکشن کرانا چاہتے ہیں۔ میں اس پر یہ بات کرنا چاہتا ہوں کہ آج میڈیا کی awareness اور جمہوریت کی مضبوطی کی وجہ سے لوگ political system پر یقین رکھتے ہیں۔ اگر ایک گھر کے اندر پانچ افراد ہیں اور ان میں سے والد کسی ایک سیاسی پارٹی سے تعلق رکھتا ہے، والدہ کسی اور سیاسی پارٹی سے تعلق رکھتی ہے اور بچے بھی اپنی اپنی سوچ اور اپنے اپنے vision کے مطابق political ideology رکھتے ہیں تو اس چیز کو صرف یہ کہہ کر مسترد کر دینا کہ ہم نچلی سطح پر جماعتی بنیادوں پر الیکشن نہیں کرانا چاہتے تاکہ نچلی سطح پر لوگوں کے اندر اختلافات پیدا نہ ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کی کوئی justification نہیں ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں ایک انسٹیٹیوٹ میں تعلیم حاصل کر رہا تھا تو میں اپنے آپ کو سیاست سے دور رکھتا تھا اور بہت سے لوگ اپنے آپ کو سیاست سے دور رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہم سیاست کو اچھی چیز نہیں سمجھتے تھے لیکن party manifesto کے مطابق لیڈرشپ کے پیچھے جا کر ہم نے اپنی سوچ کو بدلا، ہم اس vision کو آگے لے کر چلے کہ ہم اس ملک کی خدمت کرنا چاہتے ہیں، ہم اپنی لیڈرشپ کو مضبوط کرنا چاہتے ہیں، ہم party lines اور party manifesto کے مطابق چلنا چاہتے ہیں اس لئے میں نے اس پارٹی کو join کیا کہ جس کے vision اور لیڈرشپ کے ساتھ مجھے اتفاق تھا اور آج میرے حلقے کے عوام نے مجھے صرف اس party manifesto پر عمل کرنے کی وجہ سے اس ایوان میں بھیجا ہے۔ آج میرے جیسے بہت سے ایسے لوگ موجود ہیں جو نچلی سطح پر اپنے آپ کو سیاست کے میدان میں لانا چاہتے ہیں، جو عوام کی خدمت کرنا چاہتے ہیں، جو احتساب کے طور پر اور اپنے آپ کو نمائندوں کے طور پر پیش کرنا چاہتے ہیں اور political party کا حصہ بن کر پیش کرنا چاہتے ہیں جب آپ non political party base election کرائیں گے تو آپ ان لوگوں کے راستوں کو بند کریں گے، آپ ان کی حوصلہ شکنی کریں گے اور آپ ان نرسریوں کو ختم کرنے کی کوشش کریں گے کہ جن نرسریوں سے منجھے ہوئے سیاستدان پیدا ہوتے ہیں جو عوام کی خدمت کرتے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں پُرزور درخواست کروں گا کہ یہاں پر بیٹھے ہوئے وہ تمام لوگ جو اس ایوان کا حصہ ہیں جو اپنے حلقہ کے عوام کے ووٹوں اور اعتماد سے اس ایوان کا حصہ ہیں۔ آپ کم از کم مجھ جیسے ان تمام نوجوانوں کو موقع دیں اور ان کو سامنے لانے کے لئے، ان نرسریوں کو مضبوط کرنے کے لئے

جماعتی بنیادوں پر الیکشن کرائیں تاکہ جو حقیقی معنوں میں عوام کی خدمت کے لئے اور عوام کی نمائندگی کے لئے سامنے آنا چاہتے ہیں انہیں موقع ملے۔

جناب سپیکر! میں اس کے ساتھ ساتھ یہاں پر ایک اور بات بھی کرنا چاہوں گا کہ آمروں کے دیئے ہوئے بلدیاتی نظام میں بہت سے flaws ہوں گے۔ آپ 1959، 1979 یا 2001 کے بلدیاتی نظام کو دیکھ لیں ان میں flaws ہوں گے لیکن ان کی جو اچھی باتیں ہیں ہمیں ان کا بھی ذکر کرنا چاہئے۔ آج ہمارے پاس اس بل کے تحت سوائے میونسپل سروسز کے کچھ نہیں، آج آپ مقامی نمائندوں کو اختیارات دے رہے ہیں تو صرف میونسپل سروسز فراہم کرنے کے دے رہے ہیں۔ آپ ان کو صرف ٹیوب لائٹس صحیح کرنے، سڑکوں کی صفائی یا نالیوں کی صفائی تک محدود کر رہے ہیں لیکن حقیقی اختیارات نہیں دیئے جا رہے۔ اس میں ایجوکیشن اور ہیلتھ پر کوئی توجہ نہیں دی جا رہی اور ایسی کمیٹیاں اور اتھارٹیاں قائم کی جا رہی ہیں جو ان پر ایک check رکھ سکیں گی یا ان کے معاملات میں مداخلت کریں گی تو ہم جب devolution کی بات کرتے ہیں، جب decentralization کی بات کرتے ہیں اور جب ہم اختیارات دینے کی بات کرتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اپنے دلوں کو بڑا کرنا چاہئے اور ہمیں اپنی تمام تر powers اور اپنی ذمہ داریوں کو اپنے اوپر سے اُٹھا کر ان لوکل نمائندوں کے سروں پر رکھنا چاہئے جو ان عہدوں کے لئے بہتر اور معاملات کو چلانے میں زیادہ اہل سمجھے جاتے ہیں لہذا ان کی موجودگی میں ان کمیٹیوں کی کسی قسم کی کوئی ضرورت نہیں ہے بلکہ یہ لوکل نمائندوں کے راستے میں رکاوٹیں ہیں کہ جو اپنے عوام کی خدمت کرنا چاہتے ہیں اور ان کے کام آنا چاہتے ہیں۔

جناب سپیکر! اسی طریقے سے financial powers کے حوالے سے بھی اس بل میں ambiguity ہے جس کی وجہ سے ان سے powers لی جا رہی ہیں۔ اس پر میں پوچھتا ہوں کہ جب یہاں پر مقامی سطح پر میونسپل کارپوریشنیں یا میٹروپولیٹن کارپوریشن اپنے resources اپنے حلقوں سے generate کر سکتی ہیں، جب وہ اپنے resources خود generate کر سکتی ہیں تو پھر ان کو وہ financial powers بھی دینی چاہئیں اور ان کو اتنے اختیارات دینے چاہئیں کہ وہ اپنے بجٹ کو خود منظور کر سکیں اس کے علاوہ کوئی ایسی financial authority نہیں ہونی چاہئے جو ان کے منظور شدہ بجٹ کو review کر سکے یا objection لگا سکے لہذا آئین پاکستان کے آرٹیکل 140-A کی جو اصل روح ہے جس میں financially, administratively and politically local bodies system کو empower کرنے کی ضرورت ہے۔ میری خواہش یہ ہو گی کہ آرٹیکل 140-A کے ان

تینوں حصوں کو اس کی اصل روح کے مطابق اس بل میں شامل کریں تاکہ ہم حقیقی معنوں میں یہ کہہ سکیں کہ ہم نے ایک ایسا بلدیاتی نظام دیا ہے جو آمروں کے نظام سے بہت بہتر ہے جو حقیقی معنوں میں ایک جمہوری نظام کا حصہ ہے اور جو حقیقی معنوں میں عوام کی خدمت کے لئے دیا گیا ہے۔ بہت بہت شکریہ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: بہت مہربانی۔ بہت شکریہ

شیخ علاؤالدین: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب! میں نے پہلے rules suspend کرائے ہیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں نے rules suspend کرنے کے حوالے سے ہی بات کرنی ہے۔ اگر آپ اجازت دے دیں تو میں نے ایک گزارش کرنی ہے۔

جناب سپیکر: جس وقت suspension ہو رہی تھی تو اس وقت آپ کدھر تھے۔ اب تو ایوان نے اجازت دے دی ہے۔

شیخ علاؤالدین: آپ نے اجازت دے دی ہے؟

جناب سپیکر: میں نے اجازت نہیں دی، ایوان نے دی ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! آپ نے ایوان میں کہا ہے تو ایوان نے اجازت دی ہے۔ اگر آپ move نہ کرتے تو ایوان آپ کو کیوں اجازت کے لئے کہتا؟

جناب سپیکر: جی، شیخ صاحب!

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! شکریہ۔ میں ابھی دیکھ رہا تھا کہ آج ہیلتھ سے متعلق سوالات تھے اور مسلسل۔۔۔

جناب سپیکر: نہیں، اب آپ اس بات کو چھوڑ دیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میری بات تو سن لیں۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب! آپ میری بات مان جائیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب! پوائنٹ آف آرڈر valid ہونا چاہئے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر valid ہے۔

جناب سپیکر: جی، شیخ صاحب!

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! no doubt local bodies پر کتنے عرصہ سے بحث ہو رہی ہے اور پچھلا اجلاس بجٹ میں گزر گیا۔ آج میں صرف ایک بات کرنا چاہتا ہوں کہ کیا کسی کو علم ہے کہ اربوں روپے کے دس cold rooms خریدے گئے جو خراب ہو گئے اور ان کی وجہ سے vaccines خراب ہوئیں۔۔۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب! جب اس کا time آئے گا تو بات کریں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میری بات تو سنئے ناں!

جناب سپیکر: نہیں۔ شیخ صاحب! Rules suspended ہیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! عوام کے اتنے burning issues ہیں۔

جناب سپیکر: دیکھیں، Rules suspended ہیں اور آپ کو پتا ہے کہ لوکل گورنمنٹ پر بحث ہو رہی ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں death of river Ravi پر تحریک التوائے کار لایا تھا جس پر آپ نے کہا تھا کہ ایوان میں اس پر بحث ہو گی لیکن اس پر بحث نہیں ہو سکی۔ میں کہتا ہوں کہ جو یہاں پر burning issues ہوتے ہیں کیا وہ یہاں پر discuss نہیں ہوں گے؟

جناب سپیکر: اب آپ تشریف رکھیں اور مجھے کام کرنے دیں۔ آپ کی مہربانی۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں آپ کا کام کبھی نہیں روک سکتا۔

جناب سپیکر: میں آپ کو شاباش دیتا ہوں۔

شیخ علاؤالدین: لیکن عوام کے جو معاملات ہیں وہ بھی یہاں آنے چاہئیں۔

جناب سپیکر: میں آپ کو شاباش دے دیتا ہوں۔ آپ کی مہربانی۔ اگلے مقرر جناب افتخار احمد صاحب ہیں۔ جی، بسم اللہ کریں۔

جناب افتخار احمد: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے موقع دیا۔ میں کل کے اجلاس میں تین بجے سے ایوان میں موجود رہا، پانچ بجے اجلاس شروع ہوا اور معزز ممبران نے جو تجاویز دیں اُن کو note کیا لیکن میں پہلے کی گئی باتوں کو نہیں دہراؤں گا۔

جناب سپیکر: جی، آپ بات نہ دہرائیں بلکہ اپنی بات کریں۔

جناب افتخار احمد: جی، میں اپنی بات کرتا ہوں۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں نے اپنی بات کے علاوہ ایک بات اور بھی کہنی ہے کہ اجلاس کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوتا ہے جس کے لئے ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ تلاوت کرنا فرض نہیں بلکہ تلاوت سننا فرض ہے لہذا میں پہلے اجلاس سے ہی دیکھ رہا ہوں کہ قاری صاحب تلاوت کر رہے ہوتے ہیں مگر ممبران آپس میں باتیں کر رہے ہوتے ہیں اور سرکاری اہلکاران بھی کام کاج میں مصروف رہتے ہیں لیکن تلاوت کی طرف توجہ نہیں دی جاتی۔ میری آپ سے استدعا ہے کہ اس پر عملدرآمد کروائیں۔

جناب سپیکر: جب قرآن پاک پڑھا جا رہا ہو تو اس کو غور سے سنا جائے۔

جناب افتخار احمد: میں استدعا کر رہا ہوں کہ اس کے دوران باقی کام نہ کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، اس کا سب مسلمانوں کو پتا ہے۔

جناب افتخار احمد: اگر پتا ہے تو عملدرآمد بھی کرنا چاہئے۔

جناب سپیکر: جی، آپ آگے چلیں اور لوکل گورنمنٹ پر بات کریں۔

جناب افتخار احمد: جناب سپیکر! میں نے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز 1979 میں بحیثیت کونسلر کیا۔ آج اگر میں اس ایوان میں موجود ہوں تو میں چیئرمین یونین کونسل، ناظم یونین کونسل اور ممبر ڈسٹرکٹ کونسل کا سفر طے کر کے آیا ہوں۔ میں نے یہ تجربات کئے اور دیکھے بھی ہیں۔ میں نے بہت سی باتیں یہاں سنی ہیں جن کو دہرانا مناسب نہیں ہے اور صرف تجاویز دوں گا۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔

جناب افتخار احمد: جناب سپیکر! میری ذاتی رائے ہے کہ شہری اور دیہاتی کونسلوں کا علیحدہ علیحدہ نظام کیا جائے تو یہ مناسب رہے گا۔ ملک کے ہر خطے کے معروضی اور زمینی حقائق مختلف ہیں، ہر صوبہ کے مختلف ہیں اور تقریباً تمام اضلاع میں بھی ایسی صورتحال پائی جاتی ہے۔ دوسری بات جو یہاں پر زیر بحث لائی جا رہی ہے کہ آیا الیکشن جماعتی ہوں یا غیر جماعتی تو میں ہمیشہ غیر جماعتی الیکشن لڑ کر منتخب ہوتا رہا ہوں

لیکن میں ذاتی طور پر یہ سمجھتا ہوں کہ الیکشن جماعتی بنیادوں پر اگر ہوں گے تو یہ ملک کے مفاد میں بہترین کام ہوگا۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: آپ جماعتی بنیاد پر کہنا چاہتے ہیں؟

جناب افتخار احمد: جناب سپیکر! میں جماعتی بنیادوں پر چاہتا ہوں۔1985 میں قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات جو غیر جماعتی بنیادوں پر ہوئے اُس کے نتائج میں نے study کئے ہیں۔ مجھ سے زیادہ دانشور، پڑھے لکھے اور سلجھے ہوئے لوگ یہاں پر موجود ہیں اور میں ایک اَن پڑھ سادہ دیہاتی آدمی گاؤں میں رہتا ہوں لیکن اس میں سب سے بڑھ کر برائی جو اُبھر کر سامنے آئی وہ برادری ازم اور تعصبات تھے جس کے نقصانات ہمارے معاشرے پر ایسے ہوئے جو کہ منشائے الٰہی کے سراسر خلاف ہے۔ میں آپ سے استدعا کروں گا کہ میں نے چند باتیں کرنی ہیں لہذا ایوان توجہ فرمائے۔

جناب سپیکر: جی، کیا کہا؟

جناب افتخار احمد: جناب سپیکر! میں ایوان کی توجہ چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: میں آپ کی طرف دیکھ رہا ہوں اور آپ کی بات سن بھی رہا ہوں۔

جناب افتخار احمد: جناب سپیکر! اکثر میں نے یہ دیکھا ہے کہ جب کوئی بھی معزز ممبر بات کر رہا ہوتا ہے تو باقی لوگ سرگوشیاں کر رہے ہوتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، آپ اپنی بات جاری رکھیں۔Order please, order in the House. یہ موبائل کن صاحب کا ہے جس سے disturbance ہو رہی ہے۔ افتخار صاحب! آپ کا تو نہیں ہے۔ Please carry on(نعرہ ہائے تحسین)

جناب افتخار احمد: جناب سپیکر! میں گزارش کر رہا تھا کہ غیر جماعتی انتخابات کا سب سے بڑا نقصان دیہی علاقوں میں ہے کیونکہ وہاں پر برادری کے منفی قسم کے تعصبات اُبھر کر سامنے آتے ہیں جو انصاف کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں، جہاں غریب کشی ہوتی ہے اور بے شمار مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ جب ہم جماعتوں کو مضبوط کریں گے تو برادری ازم کمزور ہوگا۔ یہ سارا ایوان جانتا ہے کہ ہم 1947 میں ہندو ازم سے اسلام کی طرف آئے ہیں۔

جناب سپیکر: کیا کسی کا مائیک چل رہا ہے؟ یہ موبائل کی آواز کدھر سے آ رہی ہے۔ افتخار صاحب! آپ کا موبائل تو نہیں چل رہا؟

جناب افتخار احمد: جناب سپیکر! میرے موبائل کی bell on نہیں ہے لیکن check کر لیتا ہوں۔

جناب سپیکر: اگر یہ چلتا ہوا ہو گا تو ضبط ہو جائے گا۔

جناب افتخار احمد: جناب سپیکر! یہ موبائل بند ہے لیکن پھر دوبارہ check کر لیتا ہوں۔

جناب سپیکر: اسے ذرا زور لگا کر بند کریں۔

جناب افتخار احمد: میں اسے side پر رکھ دیتا ہوں۔

جناب سپیکر: آپ نے میرے خیال میں موبائل بھی دور رکھے ہوئے ہیں۔

جناب افتخار احمد: سب کے پاس ہیں بلکہ لوگوں نے تین تین رکھے ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر: آج معافی ہے لیکن آئندہ معافی نہیں ملے گی۔Please carry on

جناب افتخار احمد: جناب سپیکر! ہم یہاں سب بیٹھے سماج کی بہتری کے لئے باتیں کرتے ہیں۔ ہم سب یہ توقع رکھتے ہیں کہ دوسرے عمل کریں اور اپنے حصے کا کام اس میں نہ ڈالیں۔ میں نے جیسے پہلے بھی گزارش کی کہ میں ایک چھوٹے سے قصبے کا رہنے والا ہوں اور بطور کونسلر جب میں خود اپنے ساتھ خاکروب کو لے کر نکلتا تھا تو میرا وہ قصبہ صاف ستھرا ہوتا تھا لیکن جب ایک ایم پی اے یا ایم این اے اپنے دفتر میں بیٹھ کر TMA کو آرڈر دیتا ہے تو مسائل وہیں کے وہیں رہ جاتے ہیں۔ میں پہلی بار ایم پی اے منتخب ہوا ہوں اور پہلی دفعہ ہی آپ کے سامنے گفتگو کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، ماشاء اللہ آپ کو بہت مبارک ہو۔

جناب افتخار احمد: جناب سپیکر! میں نے اپنے شہر گجر خان میں ایک تجربہ کیا اور TMA والوں سے کہا کہ میرے ساتھ نکلیں ہم شہر کا visit کرتے ہیں۔ دکھ اس بات کا ہے کہ ہمارا بلدیاتی نظام قبل از تاریخ سے چلا آ رہا ہے اور انسان جب سے آیا ہے تو یہ نظام چل رہا ہے۔

جناب سپیکر: جی، یہ بلدیاتی نظام چل رہا ہے۔

جناب افتخار احمد: جناب سپیکر! میں یہی کہہ رہا ہوں۔ اگر آپ میری پوری بات سنیں گے تو بات واضح ہو جائے گی۔ موہنجوداڑو کے کھنڈرات، اُن کی گلیاں اور نالیاں دیکھتے ہیں لیکن بدقسمتی اور افسوس سے مجھے یہ کہنا پڑتا ہے کہ سوائے اسلام آباد، لاہور یا بڑے شہروں کے پھول نظر آتے ہیں تو خوشبو نظر آتی ہے۔ چھوٹے قصبات ہمارے اسی لوکل باڈی سسٹم کا ایک سبب ہیں جو کہ گندگی اور غلاظت کے ڈھیروں

میں بدل چکے ہیں۔ شاید موہنجوداڑو کا دَور ایسا نہ ہو گا۔ گزارش یہ ہے کہ اگر ان اداروں کو بااختیار بنائیں گے، فنڈز دیں گے، ذمہ داریاں ڈالیں گے اور ان پر احتساب ہو گا تو انشاء اللہ اس کے فوائد بھی ہماری آنے والی نسلیں اٹھائیں گی۔ ہم نے ماضی سے سیکھنا ہے، حال میں سوچنا ہے اور مستقبل کی بہتری کے لئے بات کرنی ہے۔ اس سے زیادہ مجھے کچھ نہیں کہنا لیکن ان موجودہ حالات میں ایک کونسلر سے لے کر ایم پی اے تک کا سفر طے کرتے ہوئے جو میں نے study کیا ہے کہ ہر شخص اپنی ذمہ داری کو محسوس نہیں کرتا مگر دوسروں سے یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ کام کرے۔ میں اپنی بات ختم کرتے ہوئے یہی کہوں گا کہ میری ذاتی رائے میں انتخابات جماعتی بنیادوں پر ہونے چاہئیں۔ دیہاتی یونین کونسلوں کے لئے یہ بات کی گئی تھی کہ خواتین کی تعداد بڑھائی جائے۔ میں گاؤں کا رہنے والا ہوں۔۔۔

جناب سپیکر: آپ نے تو بات ختم کر لی تھی۔

جناب افتخار احمد: جناب سپیکر! میں ختم ہی کر رہا ہوں مگر ایک آخری بات رہ گئی ہے۔ دیہاتوں کی یونین کونسلوں میں اکثر یہ مسئلہ ہوتا ہے کہ اگر چار خواتین ڈھونڈنی ہوں تو نہیں ملتیں۔

جناب سپیکر: کیا چار؟

جناب افتخار احمد: جناب سپیکر اگر چار خواتین کو امیدوار بنانا ہو تو وہ امیدوار بننے پر تیار نہیں ہوتیں۔ شہروں میں پڑھے لکھے لوگ موجود ہیں، خواتین کی دلچسپی بھی ہے جو کام کرتی ہیں اور بہتر طور پر ان کا کام نظر بھی آتا ہے لیکن دیہات میں ہمارے لئے مسائل ذرا مختلف ہیں لہذا اس طرح کی تقسیم کو رہنے دیا جائے کیونکہ شہر اور دیہات کا معاملہ مختلف ہے۔ میں اسی بات کے ساتھ اجازت چاہوں گا۔

سردار شہاب الدین خان: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: میں ابھی floor آصف صاحب کو دینے لگا ہوں۔

سردار شہاب الدین خان: جناب سپیکر! اسی لوکل گورنمنٹ سے متعلقہ میری بات ہے۔

جناب سپیکر: جی، کس سے متعلقہ ہے؟

سردار شہاب الدین خان: جناب سپیکر! یہ بہت ضروری ہے۔

جناب سپیکر: کیا آپ پہلے نہیں بولے؟

سردار شہاب الدین خان: جناب سپیکر! مختصر سی بات ہے۔

جناب سپیکر: کسی اور کو بھی بات کرنے دیں۔ میں اب آپ کی بات نہیں سنوں گا کیونکہ اب آصف محمود صاحب کی باری ہے۔

سردار شہاب الدین خان: جناب سپیکر! بڑی اہم بات ہے جو میں کرنا چاہ رہا ہوں۔

جناب سپیکر: آپ ان کو بولنے دیں۔ میں بعد میں آپ کی بات اپنے طور پر سن لوں گا۔

سردار شہاب الدین خان: جناب سپیکر! میری اتنی گزارش تھی کہ یہاں پر لاء ڈیپارٹمنٹ اور لوکل گورنمنٹ ڈیپارٹمنٹ کا کوئی بھی بندہ موجود نہیں ہے حالانکہ یہاں اتنی اہم بحث چل رہی ہے۔

جناب سپیکر: کون کہہ رہا ہے کہ حاضر نہیں ہیں؟ وہ موجود ہیں۔

سردار شہاب الدین خان: جناب سپیکر! یہاں تک کہ S.O level کا بھی کوئی بندہ موجود نہیں ہے۔

جناب سپیکر: وہ بیٹھے ہیں اور لکھ رہے ہیں۔ بڑی مہربانی۔ جی، آصف محمود صاحب!

جناب آصف محمود: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ جناب سپیکر! آپ کا شکریہ۔ پنجاب لوکل گورنمنٹ بل جو اسمبلی میں پیش کیا گیا اُس پر کافی معزز ممبران نے گفتگو کی، کافی تجاویز بھی سامنے آئیں اور بڑی detail میں بحث ہوئی لیکن چند ایک باتیں میں بھی گزارش کرنا چاہوں گا کہ آئین کے آرٹیکل 148A کے اوپر بڑا focus کیا گیا جس کے اندر devolution of powers grass root level تک ٹرانسفر کرنے کی بات کی گئی اور میرا خیال ہے کہ اس بلدیاتی ایکٹ کے اندر سب سے main اور major یہ ہے کہ (A)148 کو یہ conflict کر رہا ہے اور اپوزیشن کی طرف سے پیش کی گئیں تجاویز حکومت کو open handedly اور open mind کے ساتھ accept کرنا چاہئے۔

جناب سپیکر! دوسری بات یہاں پر جماعتی اور غیر جماعتی انتخابات کے متعلق بہت زیادہ کی گئی۔ میں آپ کو بتاؤں کہ جس طرح میں آج اس اسمبلی کے floor پر کھڑا ہوں تو اس الیکشن لڑنے سے پہلے میں نے شاید کبھی اپنا ووٹ استعمال نہیں کیا تھا۔ یہ ایک لیڈر کی سوچ اور vision تھی جس نے مجھے اس process کے اندر involve کیا اور اللہ پاک کے کرم سے میں آج اس floor پر کھڑا ہو کر بات کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر! میرے خیال سے جماعتی الیکشن انتہائی ضروری ہیں تاکہ جماعتوں کو grass root level تک منظم کرنے کا موقع فراہم کیا جائے اور پارٹیوں کے منشور کے مطابق لوگوں کو بھی یہ موقع فراہم کیا جائے کہ وہ پارٹی منشور کو ووٹ دے سکیں کیونکہ کسی بھی علاقہ کے اندر grass root

level کے اوپر بڑے مسائل کو کونسلر اور ناظمین بہتر سمجھتے ہیں کیونکہ ان کا area ذرا کم ہوتا ہے اور ایم پی اے، ایم این اے کا area اتنا بڑا ہوتا ہے کہ وہ ہر مسئلے تک اور لوگوں کی ان تک access نہیں ہو سکتی جس کی وجہ سے کافی سارے مسائل ignore ہوتے ہیں تو میرے خیال سے جماعتی الیکشن کو فوقیت دینی چاہئے۔

جناب سپیکر! میرا خیال ہے کہ حکمران جماعت کا تو مرکز اور پنجاب میں بڑا heavy mandate ہے اس لئے انہیں open handedly اسے accept کرنا چاہئے اور اس mandate کو accept کرنا چاہئے اور جماعتی بنیادوں پر الیکشن کرانا چاہئیں کیونکہ انہیں تو عوام نے پہلے ہی بڑا mandate دیا ہے اور انہیں اس حوالے سے کسی خوف اور خطرے کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے۔

جناب سپیکر! تیسری بات میں یہ کرنا چاہوں گا جو کہ ایک تجویز ہے اور شاید اس سے پہلے کسی نے نہ دی ہو کہ یونین کونسلوں کے اندر یوتھ کونسلر کی ایک سیٹ رکھی جائے جیسے کہ کسان کونسلر، خواتین کونسلر کی سیٹ رکھی گئی ہے---

جناب سپیکر: چاہے اس کی عمر 13 سال ہو؟

جناب آصف محمود: جناب سپیکر! میرا خیال ہے کہ عمر کا تعین کرنے کے لئے یہاں پر بڑے seasoned لوگ بیٹھے ہوئے ہیں جو بہتر طریقے سے کر سکتے ہیں لیکن مجھ سے آپ پوچھتے ہیں تو 25 سے 35 سال کے درمیان ان کی عمر کی حد ہونی چاہئے تاکہ وہ نوجوانوں کے مسائل کو سن سکیں اور نوجوانوں کی نمائندگی یونین کونسل تک ہو۔ جیسا کہ آج تحریک انصاف نے initiative لیا اور 35 فیصد ٹکٹ نوجوانوں کو دیئے جس کے نتیجے میں یہاں پر میں کھڑا ہو کر حلقے کے نوجوانوں کی نمائندگی کر رہا ہوں۔ نوجوانوں کو مثبت سرگرمیوں کی طرف مائل کرنے کی ضرورت ہے تو یوتھ کونسلر جس کا concept میں آپ کو دے رہا ہوں، یہ اپنے area کے اندر اور اپنی یونین کونسل کے ساتھ کمیونٹی سنٹر وغیرہ کوئی ایک چیز بنائے جس میں نوجوانوں کو مثبت سرگرمیوں کی طرف راغب کیا جائے۔ لیپ ٹاپ تو ہم دے رہے ہیں جس کا استعمال منفی بھی ہوتا ہے اور مثبت بھی ہے۔ کمیونٹی سنٹر میں physical activities کو promote کیا جائے، ہمارے علاقوں میں گراؤنڈز نہیں ہیں لہذا نوجوانوں کو گراؤنڈز کی سہولت فراہم کی جائے۔

جناب سپیکر! آخری بات میں یہ کرنا چاہوں گا کہ راولپنڈی جس ضلع سے میرا تعلق ہے وہ پورا سیلاب کے اندر ڈوبا ہوا ہے اس لئے مہربانی کر کے ایمرجنسی بنیادوں پر کوئی حکم صادر فرمائیں کہ وہاں پر

میڈیکل ریلیف کیمپ لگوائے جائیں اور لوگوں کو ادویات مہیا کر کے ان کی داد رسی کی جائے۔ بہت بہت شکریہ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: رانا ثناء اللہ صاحب ابھی آتے ہیں تو میں ان سے اس بارے میں بات کروں گا۔ جناب امجد علی جاوید صاحب!

جناب امجد علی جاوید: شکریہ۔ جناب سپیکر! پچھلے کئی دنوں سے لوکل گورنمنٹ بل پر بحث ہو رہی ہے---

جناب سپیکر: اس حوالے سے زیادہ criticism آپ پر ہو رہا ہے۔ اس سے آگے بات کریں۔

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! اسی حوالے سے میں نے گزارش کرنی تھی کہ پاکستان مسلم لیگ (ن) کی قیادت نے بڑی ہی خوبصورت اور شاندار مثالیں قائم کی ہیں۔ اس دور میں کشمیر میں تحریک عدم اعتماد سے پیچھے ہٹ کر، بلوچستان میں اکثریت رکھتے ہوئے main stream میں لوگوں کو لانے کے لئے اپنی پارٹی کی حکمرانی کو پیچھے رکھ کر اور آج پنجاب اسمبلی کے اندر یہ تاریخی مباحثہ کروا کے بار بار اپوزیشن کو کھینچ کر لا رہے ہیں کہ وہ آئے اور اپنا version دے اور اپنے خیالات کا اظہار کرے۔ یہ بھی آج اس ایوان نے دیکھا ہے کہ وہاں جان چھڑائی جا رہی ہے لیکن یہاں موقع دیا جا رہا ہے تو یہ وہ خوبصورت مثال ہے جو پنجاب اسمبلی کی تاریخ میں انشاء اللہ یاد رہے گی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں یہ بھی یاد دلانا چاہوں گا کہ آپ نے کل ایک استفسار کیا تھا کہ اگر آپ کی تجاویز مان لی جائیں تو پھر یہ بل متفقہ طور پر پاس ہو جائے تو یہ بھی اس اسمبلی کی روایت میں ایک اچھا اضافہ ہو جائے لیکن بد قسمتی کہ پیچھے سے گل صاحب کی تقریر کو بہانہ بنا لیا گیا حالانکہ چٹ دیکھی جا رہی تھی اور انہوں نے تو پیچھے سے ڈور ہلانے کی بات کی تھی۔ یہاں پر ڈور نظر آتی ہے یا نہیں لیکن پیچھے سے آنے والی چٹیں ضرور نظر آتی ہیں۔ اسے بہانہ بنا کر پھر وہی پارٹی منشور کی آڑ لے کر وہی مخالفت برائے مخالفت کا راگ الاپ دیا گیا۔ اس میں صرف ایک ہی بات ہے کہ اس ایوان کی اس خوبصورت مثال جو ہم قائم کرنے جا رہے ہیں، کو اپوزیشن own نہیں کرنا چاہ رہی۔ اس کے لئے ان کا وہی رویہ ہے جو فیض نے کہا ہے کہ:

جو تمہاری مان لیں ناصحا تو رہے گا دامن دل میں کیا
نہ کسی عدو کی عداوتیں نہ کسی شرم کی عنایتیں

جناب سپیکر! جس نظام جمہوریت کو ہم follow کر رہے ہیں اس نظام جمہوریت میں تو یہ بھی ہوتا ہے کہ اپوزیشن اور حکومتی بنچ مل کر بل پیش کرتے ہیں اور وہ بل پاس ہوتے ہیں تو پھر یہاں کیوں یہ تفریق کی جا رہی ہے؟ یہاں پر بھی آج ایک طرف اکثریتی رائے آ رہی ہے تو اسے مان لینے اور اچھی بات پر ساتھ دینے پر کوئی حرج نہیں ہے اس لئے اپوزیشن کے ممبران سے میری گزارش ہو گی کہ وہ اس نیت کے ساتھ کہ لوگوں کے لئے۔۔۔

جناب سپیکر: آپ پہلے assurance دلوائیں گے کہ آپ ان کی بات مانتے ہیں؟

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! آپ نے یہ کل کہا تھا اور میں نے آپ کے اس استفسار کو۔۔۔

جناب سپیکر: نہیں، میں نے یہ سوال پوچھا تھا کہ اگر ایسا ہو جائے تو پھر۔

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! سپیشل کمیٹی میں ان کی تجاویز لے لی گئی ہیں تو میری ان سے یہی گزارش ہے کہ:

لوگوں کے لئے سائے کے اسباب بنا دیں
جلتے ہوئے شہر میں چند پیڑ لگا دیں

جناب سپیکر! ہم جو کام کرنے جا رہے ہیں یہ تاریخ کا ایک سبق ہے تو اب میں 2001 کے نظام کی طرف آنا چاہتا ہوں جس کی اس ایوان میں بڑی بازگشت سنائی دی ہے جیسا کہ ملک محمد احمد خان صاحب نے بھی اس پر روشنی ڈالی ہے کہ یہ ایسا بل تھا جسے بار بار تحسین کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ شاید ان کے پیچھے کوئی ایسی بات جو ان کا ماضی ہے وہ انہیں یاد دلاتا ہے۔ 2001 کے ایکٹ میں کون سی ایسی خوبی تھی کہ جسے بار بار اس معزز ایوان میں دہرانے کی بات کی جاتی ہے؟ لوگوں کو ایک بڑا خوبصورت خواب دکھایا گیا تھا مگر عملی طور پر اس کے بنانے والوں نے اس کی ایسی شکل بگاڑی کہ جب وہ عملی طور پر بل آیا تو پہلے جو خواب دکھائے گئے تھے وہ بالکل اس کے برعکس تھا۔ کہا گیا کہ اس میں پچاس محکمے devolve ہوں گے، اس میں صرف گیارہ ای ڈی اوز آئیں گے، اس میں افسران کا خاتمہ ہو جائے گا، اس میں بچت ہو گی لیکن ہم نے عملی طور پر دیکھا کہ جب وہ بل بن کر آیا، اس کی عملی شکل سامنے آئی تو پھر جہاں ایک افسر ہوتا تھا وہاں چار چار افسر بیٹھے۔ جب ایک عام شہری کو کام کے لئے محکمے میں جانا پڑتا تھا تو پھر اس کو چار چار افسروں کے پاس چکر لگانا پڑے اور جو دس روپے میں کام ہوتا تھا وہ ایک ہزار روپے تک پہنچا۔ یہ اس نظام کی ہی بدولت تھا۔ میں خصوصی طور پر اس نظام کا victim ہوں، میرا ضلع

اس نظام کا victim ہے کہ اسی کی بدولت آج ٹوبہ ٹیک سنگھ کے اندر ضلعی حکومت کے پاس پیسے ہیں اور نہ پنجاب حکومت اس کو own کرتی ہے۔ دو سال سے ہمارے ہسپتالوں میں دوائیاں تک نہیں خریدی گئیں اور بیوروکریسی جس کی طرف کل آپ نے بڑا ہمدردانہ اشارہ کیا تھا کہ یہ بیوروکریسی نہیں ہے، یہ افسر شاہی نہیں ہے بلکہ یہ ہمارے بھائی ہیں۔ وہ جلاد بھی پاکستانی ہوتا ہے جو پھانسی دیتا ہے لیکن اس کی پاکستانیت سے انکار تو نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ہمارے معاشرے کا المیہ ہے اور پینسٹھ سال سے یہ لوگ اس نظام پر پنجے گاڑھ کر بیٹھے ہیں۔ ہمیں تو دو تین سال بعد یہاں سے آگے پیچھے کر دیا جاتا ہے لیکن یہ لوگ اصل اقتدار کے منبع پر قابض ہیں، اختیارات کے حامل ہیں اور یہی لوگ نظام چلا رہے ہیں۔ آج پھر جب ہم اس نظام کی بات کرتے ہیں تو اس نظام کا نام ہم نے rationalization and reorganization of the local government system رکھا ہے۔ مجھے تو کہیں نظر نہیں آتا کہ آپ نے اس نظام کو تبدیل کیا ہے۔ آپ نے ایک طرف ڈسٹرکٹ گورنمنٹ سے چیف ایگزیکٹو کا عہدہ واپس لے لیا ہے، ضلع ناظم ختم کر دیا ہے، ضلع چیئرمین بنا دیا ہے لیکن وہ ای ڈی اوز موجود ہیں، وہ ڈی سی اوز موجود ہیں اور وہی افسروں کی فوج ظفر موج موجود ہے۔ اس نظام کے اندر سے وہ سیڑھیاں اور bugs تو ختم کئے نہیں گئے تو پھر ہم یہ کیا کر رہے ہیں؟ اس لئے میری گزارش ہو گی کہ جب یہ دعویٰ کیا گیا تھا کہ ہم ضلعی نظام ختم کرنے جا رہے ہیں، ہم نیا نظام لانے جا رہے ہیں، پھر یہ ای ڈی اوز، ڈی سی اوز کیوں موجود ہیں، کیوں چار چار افسر موجود ہیں، یہ کیوں بچت نہیں کی جا رہی ہے اور یہ خزانے پر بوجھ کیوں لادھا جا رہا ہے؟ جو لوگ حقیقتاً نظام بناتے ہیں وہ اپنے بھائی بندوں کے لئے عہدے create کرتے ہیں، تو یہ عہدے create کئے جا رہے ہیں۔ ان کو اس بات سے کوئی غرض نہیں ہے کہ اس کا خزانے پر کتنا بوجھ پڑتا ہے اس لئے آج اس بل کے اندر بھی کہیں یہ ذکر نہیں ہے کہ افسروں کی یہ فوج ظفر موج ختم ہو گی، یہ اختیارات تقسیم ہوں گے اور یہ چیئرمینوں کو دیئے جائیں گے۔

جناب سپیکر! اسی نظام کی بدولت ہمارے ضلع میں دو سال سے ٹھیکیداروں کو ادائیگیاں نہیں ہوئیں، ہسپتالوں کے جنریٹروں اور ایمبولینسوں کے لئے تیل نہیں ہے لیکن ڈی سی او ہاؤس کی دیواریں بھی بن رہی ہیں، ان کی تزئین و آرائش بھی ہو رہی ہے اور سارا کچھ ہو رہا ہے کیونکہ check and balance کا نظام موجود نہیں ہے۔ اگر مار پڑ رہی ہے تو عام شہری کو پڑ رہی ہے، عام ملازم کو پڑ رہی ہے، اس کو تنخواہ کا بل نہیں ملتا، اس کی چھٹی کا بل نہیں ملتا اور اس کے بقایا جات نہیں ملتے۔ پچھلے پانچ سال سے

ہم پیٹ پیٹ کر مر گئے، میں تو پہلی مرتبہ یہاں آیا ہوں اور ہم وہاں دو ماہ سے مسلسل رو رہے ہیں لیکن ہمیں یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ تو financial deficit ہے اس لئے اس کو address نہیں کیا جا رہا ہے۔

جناب سپیکر: آپ یہ باتیں گورنر صاحب کے نوٹس میں لائیں۔

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! میاں رفیق صاحب میرے پاس بیٹھے ہیں ہر forum پر یہ بات لائی گئی ہے لیکن کوئی نہیں سنتا، وہ کہتے ہیں کہ ضلعی گورنمنٹ جانے اور اس کا کام جانے اس لئے اب یہ موقع ہے کہ اس کو پنجاب گورنمنٹ own کرے۔ میونسپل سروسز کا نظام آپ دے رہے ہیں اس لئے اس بات کو address کیا جائے اور درمیان میں سے جو کچھ لگائی گئی ہے اس کو ختم کر دیا جائے۔

جناب سپیکر: آپ کی بڑی مہربانی ذرا اس کو wind up کریں اور لوکل گورنمنٹ پر بات کریں۔

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! میں اسی کی طرف آ رہا ہوں۔ جیسا کہ اس سے پہلے بھی جماعتی الیکشن کروانے کے حوالے سے بات ہوئی ہے تو میری یہ submission ہو گی کیونکہ میں جماعت کا نمائندہ ہوں۔۔۔

جناب سپیکر: کس جماعت کا؟

جناب امجد علی جاوید: پی ایم ایل (این) کا۔

جناب سپیکر: اچھا، ٹھیک ہے۔

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! میری یہ submission ہو گی کہ یہ الیکشن جماعتی بنیادوں پر کروایا جائے۔ جب بھی آپ الیکشن میں جائیں گے تو لوگوں نے تقسیم ہونا ہے چاہے اس کو آپ جماعتی بنیادوں پر تقسیم کروالیں، ذات برادری کی بنیاد پر تقسیم کروالیں یا فرقہ واریت کی بنیاد پر تقسیم کروالیں الیکشن میں لوگوں نے تقسیم ہونا ہے۔ میرے سینئر میاں رفیق صاحب اکثر کہا کرتے ہیں کہ اگر ایک طرف آپ اللہ کی صندوقڑی رکھ دیں تو لوگوں نے کہنا ہے کہ کیونکہ اس گروپ نے اِدھر ووٹ ڈالے ہیں اس لئے ہم ان کے پیچھے اس میں ووٹ نہیں ڈالیں گے ہم علیحدہ صندوقڑی میں ووٹ ڈالیں گے۔ جب تقسیم کی یہ صورتحال ہو تو پھر فیصلہ آپ نے کرنا ہے کہ آپ برادریوں کی تقسیم چاہتے ہیں، فرقہ واریت کی تقسیم چاہتے ہیں یا سیاسی تقسیم چاہتے ہیں اس لئے اب ہمارے پاس موقع ہے کہ ہم اس تقسیم کا فیصلہ کرلیں کہ ہم نے کس چیز کو بڑھاوا دینا ہے، سیاسی جماعتوں کو دینا ہے، فرقہ واریت کو دینا ہے یا برادریوں کو دینا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! دوسری بات direct اور indirect election کی ہے۔آج جب ہم پینسٹھ سال کے بعد پیچھے مڑ کر دیکھتے ہیں تو ایک ہی بات ملتی ہے کہ ہمارے بلدیاتی سسٹم نے deliver کیوں نہیں کیا؟ جب آپ تقابل کرتے ہیں، جب آپ کامیاب نظاموں کی طرف دیکھتے ہیں تو ایک ہی چیز نظر آتی ہے کہ تمام ممالک کے بلدیاتی سسٹم میں چیئرمین کا direct election ہے اور indirect election کا کہیں سسٹم نہیں ہے۔یہ بڑی خوبصورت بات ہے کہ ہم نے یونین کونسل کی سطح پر اس کام کا آغاز کر دیا ہے۔اگر آج اس کو کچھ اور بڑھایا جائے، اگر پورا ممکن نہ ہو کیونکہ logic یہ پیش کی جاتی ہے کہ حلقہ بہت بڑا ہو جائے گا۔ابتدائی طور پر ہم میونسپل کمیٹی کو بڑھا کر وہاں تک لے آئیں کیونکہ کسی میونسپل کمیٹی کا حلقہ ایم پی اے سے بڑا نہیں ہے، ایم این اے سے بڑا نہیں ہے۔اگر اس کو وہاں تک بڑھا لیا جائے کیونکہ عام طور پر دیکھا یہ گیا ہے کہ intellectual، وکلاء اور دوسرے لوگ کونسلر کی سطح پر آکر الیکشن لڑنا پسند نہیں کرتے۔اس طرح آپ کو ایسے لوگ میسر نہیں آسکتے جو اپنا وژن دے سکیں، جو لوگوں کو چلا سکیں اور جو بیوروکریسی کے ساتھ deal کر سکیں اس لئے جب آپ direct election میں جائیں گے تو ایک طرف خرید وفروخت کا باب بند ہو گا اور دوسری طرف اعلیٰ پائے کے لوگ میسر آئیں گے جو اس سسٹم کو بڑی خوبصورتی کے ساتھ چلا سکیں گے اور deliver کر سکیں گے۔عوام کے لئے بھی، جماعت کے لئے بھی اور اس ملک کے لئے بھی۔

جناب والا! ایک اور سوال جس پر بات ہوتی رہی ہے کہ چیئرمین یونین کونسل direct elect ہو گا اور پھر وہ بلحاظ عہدہ ضلع کونسل کا ممبر بھی ہو گا۔یہ دونوں مختلف ایوان ہیں یونین کونسل کا اپنا دائرہ کار ہے اور ڈسٹرکٹ کونسل کا اپنا دائرہ کار ہے۔اس کے لئے جواز یہ پیش کیا جاتا ہے کہ اگر اس کی نمائندگی ڈسٹرکٹ کونسل میں نہیں ہو گی تو پھر یونین کونسل فعال طریقے سے کام نہیں کر سکے گی۔اگر اسی کو جواز بنا لیا جائے تو پھر کل کو ڈسٹرکٹ کونسل والے اور میونسپلٹی والے یہ کہیں گے کہ چونکہ ہمیں پنجاب حکومت فنڈ دیتی ہے تو پھر ہمیں بلحاظ عہدہ پنجاب اسمبلی کا ممبر بھی ہونا چاہئے اس لئے اس مثال کو پیش نظر نہ رکھا جائے، میں آپ کے انداز کو دیکھتے ہوئے دو تین پوائنٹ کے ساتھ اپنی speech کو wind up کرتا ہوں۔اس نظام میں میونسپل کمیٹی کی آبادی کے لحاظ سے ایک تجویز ہے کہ اس کو تیس ہزار سے پانچ لاکھ کی آبادی پر رکھا گیا ہے تو میری یہ submission ہو گی کہ اس کو تیس ہزار سے تین لاکھ کی آبادی تک رکھا جائے تاکہ تقریباً جو درمیانے درجے کے ضلع ہیں وہ میونسپل کمیٹی تک آجائیں اور اس کے بعد وہ میونسپل کارپوریشن میں چلے جائیں۔پچھلے سسٹم میں ایک بہت خوبصورت چیز

Citizen Community Boardکا اضافہ تھا اور بہت جگہ پر سماجی خدمات کرنے والے لوگوں نے اس بورڈ کے ذریعے ایسی مثالیں سرانجام دی ہیں کہ وہ ماڈل کے طور پر پیش کی جا سکتی ہیں اس لئے میری submission ہو گی کہ اس نظام میں جو Citizen Community Board کا آئیڈیا ہے اس کو رکھا جائے کیونکہ جو ہمارا سماجی وجود ہے وہ اس طرح ہے کہ ہم لوگ سرکاری پراپرٹی کی حفاظت کرنے میں اتنا کردار ادا نہیں کرتے، اگر اس میں ہمارا اپنا حصہ شامل ہو گا تو ہم اس کو own کریں گے اور اس سے فائدہ حاصل ہو گا۔

جناب سپیکر!اس میں سب سے اہم بات پنچایت سسٹم کی ہے تو اس میں میری submission ہے کہ آج وہ وقت ہے کہ جب 1997 میں میاں صاحب نے یہ پنچایت کا آئیڈیا دیا تھا تو اس وقت کی عدلیہ نے اس کو روک لیا تھا لیکن آج اس بات کو تسلیم کیا گیا ہے۔ پاکستان کی superior courts کہتی ہیں کہ پاکستان کی عدالتوں پر بوجھ ختم کرنے کے لئے نچلی سطح پر ایسا نظام متعارف کرایا جائے کہ لوگ مقامی جھگڑے وہاں نمٹا سکیں اور لوگوں کو انصاف مل سکے اس لئے یہ موقع ہے کہ ہم اس لائن کو follow کرتے ہوئے اس کو یونین کونسل کے انتخاب کی حد تک نہ چھوڑیں بلکہ جیسے ایجوکیشن اتھارٹی اور ہیلتھ اتھارٹی قائم کی گئی ہے اسی طرح ضلع کے اندر ایک ایسی اتھارٹی بنائی جائے جو اس پورے نظام کو چلائے اور گاؤں کی سطح تک اس کو پھیلائے۔ جیسا کہ ہندوستان کے آئین کا CTC کا حوالہ دیا گیا ہے تو اسی طرح یہاں بھی یہ ممکن بنایا جائے کہ ہمارے قوانین میں ترمیم کر کے پنچایت کو اتنا با اختیار کیا جائے کہ لوگوں کے گلی محلے کے جھگڑے اور زمینوں کی جائیدادوں کی تقسیم کے جھگڑے حل کرے کیونکہ ہمارے ہاں یہ قول ہے کہ پنچایت کے اندر جھوٹ بولنا جرم ہے [***********] اس لئے اگر ہم چاہتے ہیں کہ انصاف کی بنیاد پر فیصلے ہوں، سچ کی بنیاد پر فیصلے ہوں اور لوگوں کو ریلیف ملے تو پھر یہ موقع ہے کہ ہم۔۔۔

جناب سپیکر: انہوں نے عدالتوں کے بارے میں کچھ کہا ہے اس کو حذف کر دیا جائے۔

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! یہ tone of talk ہے۔ میری یہ submission ہو گی کہ اس نظام کو باقاعدہ پنچایت کے نظام سے systemize کیا جائے۔

جناب سپیکر: .my dear امجد صاحب! آپ کا بہت شکریہ

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب امجد علی جاوید جناب سپیکر! میں آخری بات کرنا چاہتا ہوں کہ میری Provincial Finance Commission کے حوالے سے گزارش ہے کہ براہ کرم اس کو empower کیا جائے۔ میں نے جو بات اپنے ضلع کے حوالے سے کی ہے اس قانون میں یہ طے کر دیا جائے کہ ہر ضلع کو آبادی کی بنیاد پر پیسے ملیں گے اور ڈویلپمنٹ گرانٹ ملے گی تاکہ کسی فرد واحد کے پاس یا کسی ادارے کے پاس یہ اختیار نہ ہو کہ وہ پسند یا نہ پسند کی بنیاد پر اضلاع کو نظر انداز کر سکے۔ اسی طرح اس کو نچلی سطح، ضلع تک بھی finance award کیا جائے تاکہ یونین کونسلوں کو بھی نظر انداز نہ کیا جا سکے۔ میں اپنی بات یہیں پر ختم کرتا ہوں۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: میں آپ کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ Thank you very much. جی، احمد خان بھچر صاحب!

سردار وقاص حسن موکل: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: میں نے floor ادھر دے دیا ہے۔ اب ایسے بات نہیں ہو گی۔

جناب احمد خان بھچر: جناب سپیکر! شکریہ۔ آپ نے مجھے ٹائم دیا ہے۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ لوکل باڈی پر اتنی ساری بحث اور باتیں ہو چکی ہیں۔ اس وقت مسودہ پر جو 15 تاریخ کو سپیشل کمیٹی کا سیشن ہونا ہے اور اس میں ایک نیا مسودہ ہو گا کیونکہ میرے خیال میں جو مسودہ ہمیں دیا گیا ہے اس میں اخباری خبروں کی وجہ سے کافی تبدیلیاں آ چکی ہیں اور ہم بھی وہ پڑھ رہے ہیں لیکن اس کے باوجود میں نے پچھلی دفعہ بھی بات کی تھی اور کچھ گزارشات کی تھیں۔

جناب سپیکر! اب بھی میں کچھ گزارشات آپ کے توسط سے کروں گا۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ لوکل باڈی الیکشن جماعتی بنیاد پر ہونے پر بات ہو گئی ہے اور میں اس سے متفق ہوں۔ میں لمبی بات نہیں کروں گا کہ لوکل باڈی الیکشن کو جماعتی بنیاد پر ہی ہونا چاہئے۔ اس میں کافی سیر حاصل گفتگو ہو چکی ہے۔ ایک اور یہ بات ہے کہ جس طرح میرے ایک محترم بھائی نے 1959 سے لے کر 2001 تک کی بات کی ہے تو جو ڈکٹیٹر بھی آتا ہے وہ mindset کر کے ہی لوکل باڈی کو بناتا ہے کیونکہ اس نے اپنے بندوں سے کام لینا ہوتا ہے۔

جناب سپیکر! پہلی دفعہ ہماری یہ خوش قسمتی ہے کہ ایک ایسا ادارہ جو کہ صوبے کا سب سے اعلیٰ ادارہ ہے وہ اس Bill کو بنانے جا رہا ہے اور اس کو پاس کرنے جا رہا ہے تو اس میں گزارشات یہ ہوں گی

کیونکہ میرا ایک دیہاتی علاقے سے تعلق ہے اور میں نے پہلے بھی یہ گزارشات کی تھیں، پنجابی میں ایک کہاوت ہے کہ "کرماں والے اسی اہدے ہور آں تے سمجھیدے ہور آں" گزارش یہ ہے کہ delimitation ایک ایسی بنیاد ہے کہ اگر یونین کونسل کی delimitation پر توجہ نہ دی گئی، کیونکہ کل ہمارے ایک معزز منسٹر کی باہر ایک پریس کانفرنس تھی اور میں ایک slide دیکھ رہا تھا کہ اس میں انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ 10 سے 15 ہزار ووٹروں پر ایک یونین کونسل ہوگی اور جو slide ہمیں دکھائی گئی تھی اس میں 20 سے 25 ہزار آبادی کی ایک یونین کونسل بتائی گئی تھی۔ میری یہ پہلے بھی ایک تجویز تھی کہ 1997 میں ایک مردم شماری ہوئی تھی اور اس کے بعد مردم شماری نہیں ہوئی۔ ایک delimitation میں شق تھی جواب بھی موجود ہے کہ revenue state delimitation میں نہیں ٹوٹ سکتی۔ آپ کا دیہات سے کافی واسطہ پڑا ہے، آپ بھی دیہاتی ہیں اور ہم بھی دیہاتی ہیں۔ آج بھی revenue state 15 ہزار ایکڑ کی ہے اور ایک revenue state 5 ہزار ایکڑ کی بھی ہے۔ اگر ایک یونین کونسل کا ایک ہیڈ کوارٹر ہے اگر آپ اس کا آخری village دیکھیں تو کم از کم میں اپنے ایریا کی بات کر سکتا ہوں کہ 10 سے 15 کلومیٹر دور یونین کونسل کا ہیڈ کوارٹر بنتا ہے تو اس میں میری یہ submission اور گزارش ہے کیونکہ ہماری مردم شماری تو ہوئی نہیں ہے، پہلے 2001 میں بھی 20 فیصد variation رکھی گئی تھی تو وہ 20 فیصد variation سے بڑھا کر 30 فیصد کر دی جائے اور یونین کونسل کی جو تعداد 25 ہزار ہے اس میں یہ 30 فیصد شامل کر کے یونین کونسل کو دو یونین کونسلوں میں تبدیل کر دیا جائے تو ہمارا جو خیال ہے کہ grass roots level تک لوگوں کو direct اختیار پہنچے تو وہ اس صورت میں ممکن ہے۔

جناب سپیکر: جی، یہ جو variation کا point کہہ رہے ہیں وہ note کریں۔

جناب احمد خان بھچر: جناب سپیکر! اب جو ground reality ہے وہ یہ ہے کہ ایک یونین کونسل 1997 کی مردم شماری کے دوران 25 ہزار کی آبادی پر مشتمل تھی تو ground reality میں وہ یونین کونسل 40 سے 45 ہزار کی آبادی تک پہنچ چکی ہے۔ اس کو 15 سے 16 سال ہو چکے ہیں۔ اسی طرح ایک آدمی 50 ہزار کی آبادی میں کونسلر کا الیکشن لڑے گا اور 10 سے 15 دیہات ہوں گے تو اس کے لئے وہ کافی مشکل میں پڑ جائے گا۔ ہم اس میں delimitation کو اس طریقے سے کریں کہ ایک پٹوار سرکل سے پہلے جو revenue state آتی ہے اس میں ہم یہ قدغن نہ لگائیں کہ آپ revenue state سے باہر نہیں جا سکتے۔ اگر within revenue state چالیس سے پنتالیس ہزار آبادی پر دو یونین کونسل

بن سکتی ہیں تو ان کو بنائیں اور اگر پٹوار سرکل میں داخل ہونا پڑے تو کوئی حرج نہیں۔ ہم نے لوگوں کو facilitate کرنا ہے اور ہم یہ چھوٹی چھوٹی قدغن نہ لگائیں جن کا انتظامی امور پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

جناب سپیکر! دوسری میں یہ گزارش کروں گا کہ ہیلتھ اتھارٹی اور ایجوکیشن اتھارٹی کو اس بل کے سیکشن 2، کلاز (U) میں آپ نے ان دونوں اتھارٹیز کو لوکل گورنمنٹ کا حصہ بنا دیا ہے۔ میں آپ کے توسط سے یہ گزارش کروں گا کہ جو electable ادارے ہوتے ہیں، لوکل گورنمنٹ ایک electable ادارہ ہو گا تو کیا electable ادارے میں non-electable persons کی چیئرمین اور وائس چیئرمین nomination ہو گی؟ یہ آئین کے آرٹیکل (A)140 کی رو کے منافی ہے اور یہ کسی طور پر بھی اس پر پورا نہیں اُترتا۔ میری یہ گزارش ہو گی کہ حکومت پنجاب ہر ڈسٹرکٹ میں نئی اتھارٹیز ایک ڈسٹرکٹ ہیلتھ اتھارٹی اور دوسری ڈسٹرکٹ ایجوکیشن اتھارٹی شروع کر رہی ہے۔ میں آپ کے توسط سے یہ گزارش کروں گا کہ اس کو ختم کرنا چاہئے اور electable persons کو یہ ذمہ داری دینی چاہئے چاہے وہ آپ ڈسٹرکٹ کونسل کے ممبران کو دیں، میونسپلٹی کے ممبران شامل کر لیں، چیئرمین میونسپلٹی شامل کر لیں۔ اس طرح یہ ہو گا کہ کم از کم electable members کے پاس کچھ نہ کچھ ہو گا اگر آپ ان پر اتھارٹیز بٹھا دیں گے تو میرا نہیں خیال کہ وہ کچھ بھی کر سکیں گے۔ میری آپ سے یہی گزارش ہو گی کہ electable members کو جتنا آپ grass root level پر لے کر آئیں گے تو اس سے ہماری نرسری بڑھے گی۔ اس میں مسلم لیگ (ن)، مسلم لیگ (ق) یا پی ٹی آئی کا کوئی concept نہیں ہے کہ کس کو فائدہ پہنچ رہا ہے یا کس کو نقصان ہو رہا ہے؟ میں یونین کونسل کے نظام کا حصہ رہا ہوں۔ یونین کونسل کا جو ناظم ہوتا تھا اس کے پاس چالیس سے پچاس ہزار روپیہ ماہوار آتا تھا اس سے وہ بیس پچیس ہزار آبادی کو کس طرح facilitate کر سکتا تھا؟ اس لئے جو تحصیل کونسل ہوتی تھی اس میں جو میونسپل سروسز ہوتی تھی ہم ان سے رابطہ کرتے تھے وہ 20، 30 یا 40 فیصد فنڈ میونسپل سروسز ہمیں مہیا کرتی تھی کیونکہ اس وقت یہ فرق نہیں تھا کہ urban area کون سا ہے یا rural area کون سا ہے؟ اب چونکہ ٹاؤن کمیٹیاں ختم ہو چکی ہیں، آپ یونین کونسل سے direct میونسپلٹی میں آ رہے ہیں---

(اذانِ ظہر)

جناب سپیکر! میں یہ گزارش کر رہا تھا کہ جو تحصیل کونسل ہوتی تھی وہ ہمیں سروسز مہیا کرتی تھی تو اس وقت میری یہ گزارش ہے کہ ہر یونین کونسل کے لئے ایک علیحدہ فنڈ صرف میونسپل

سروسز کے لئے رکھا جائے کیونکہ یونین کونسل جو ہوں گی ان کے پاس میونسپل سروس کے لئے کوئی فنڈ نہیں ہوگا جو میں نے اس بل میں پڑھا ہے اس کے مطابق وہ ساری ڈسٹرکٹ کونسل کی طرف دیکھیں گی اور جو چیئرمین ڈسٹرکٹ کونسل ہوگا، اس کی مرضی ہوگی وہ اپنی یونین کونسل کو نوازے گا جس ڈسٹرکٹ کونسل کے ممبر کے پاس ہوگا ادھر وہی پوزیشن ہوگی کہ اپوزیشن والے کون ہیں اور ٹریژری بنچ والے کون ہیں۔ اس وجہ سے میں یہ گزارش کروں گا کہ ایک مخصوص رقم ہر یونین کونسل میں رکھنی چاہئے جو صرف ان کی میونسپل سروسز کے لئے ہو۔

جناب سپیکر! میں ایک اور گزارش کروں گا کہ اس وقت ہمارے جو حالات ہیں، ویسے یہ اس سے related نہیں ہے لیکن میں اسی طرف ہی آؤں گا کہ پنچایت سسٹم پر کافی بات ہوئی ہے، ہم پنچایت سسٹم کو پنجاب سے بالکل نہیں نکال سکتے ہم ایک تجربہ شروع کریں گے اس دفعہ کچھ بہتر حالات میں ہوگا اگلی دفعہ اس سے اچھے حالات میں ہو جائے گا۔ میں نے اس بل میں یہ بھی پڑھا ہے کہ پانچ لاکھ روپے تک کے لین دین کا معاملہ پنچایت میں چل سکتا ہے اس کو تھوڑا سا مزید refine کیا جائے کہ ایک گاؤں میں تھوڑے سے لوگ ہوتے ہیں جن کا پتا ہوتا ہے، ان کی اپنی پرائیویٹ پنچایت ہوتی ہے، جیسا کہ ہمارے علاقے میں بھی پنچایت ہے اس میں فیصلے ہوتے رہتے ہیں اور ان فیصلوں پر بہتر انداز میں عملدرآمد بھی ہوتا ہے تو اس میں یہ ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ اگر چیئرمین یونین کونسل، چیئرمین ڈسٹرکٹ کونسل، پنجاب گورنمنٹ یا جس طریقے سے بھی nomination ہونی ہے اس کا ایک criteria واضح کیا جائے۔ اس میں پسند یا ناپسند کی بات نہ کی جائے اس کا ایک criteria رکھا جائے کہ جو اس معیار پر پورا اترتا ہو وہ اس پنچایت کا ممبر ہوگا جس طرح سینیٹ کے ممبر کے لئے شرط ہے کہ چالیس سال سے زائد عمر والا شخص سینیٹر بن سکتا ہے۔۔۔

جناب سپیکر: جی، اس کے لئے باقاعدہ qualification ہوتی ہے۔

جناب احمد خان بھچر: جی، میں بھی qualification کی بات کر رہا ہوں۔ اس میں ایک چیز یہ بھی رکھی جائے کہ یونین کونسل اور میونسپل کمیٹی کے درمیان ایک gap آتا ہے، یونین کونسل سے اگر آپ میونسپل کمیٹی کی طرف جائیں گے تو اس کے لئے آبادی غالباً پچاس ہزار سے پانچ لاکھ تک رکھی ہے۔ میرے خیال میں یہ ایک بہت لمبا distance ہے، میں اس سلسلے میں suggestion دوں گا کہ ابھی میرے ایک معزز دوست تین لاکھ کا فرما رہے تھے لیکن میں آپ کو دو لاکھ کا کہوں گا، آپ ٹاؤن کمیٹی کو درمیان میں سے ختم کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ چاہوں گا۔(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ جی، فرمائیں!

جناب احمد خان بھچر: جناب سپیکر! چونکہ ٹاؤن کمیٹیوں کو ہم درمیان میں سے ختم کر رہے ہیں کیونکہ اس وقت پہلے ایک ڈیڑھ لاکھ کی آبادی پر ٹاؤن کمیٹیاں ہوتی تھیں اس کے بعد پھر میونسپل کمیٹیاں ہوتی تھیں۔ یونین کونسل سے ہم direct Municipal Corporations کی طرف جارہے ہیں، اس طرح تو تحصیل کونسلیں بھی ختم ہو رہی ہیں۔ اس میں کم از کم یہ ممکن نہیں ہو سکے گا کہ آپ درمیان میں دو لاکھ کی آبادی کو کس طرح سے consider کریں گے۔ میری یہ گزارش ہو گی کہ آپ اس طرح سے کریں کہ ڈیڑھ سے دو لاکھ کی آبادی کو میونسپل کمیٹیوں میں شامل کروائیں چونکہ ٹاؤن کمیٹیاں ختم ہو رہی ہیں۔

جناب سپیکر! دوسرا میں آپ سے ایک اور گزارش کروں گا کہ اس وقت پنجاب حکومت میں جماعتی یا غیر جماعتی الیکشن کے بارے میں سوچا جارہا ہے، میں آخر میں آپ سے یہی گزارش کروں گا اور آپ کے توسط سے پنجاب گورنمنٹ سے التماس کروں گا کہ ان الیکشن کو آپ خدارا جماعتی بنیادوں پر ہونے دیں عوام نے بھی آپ کو بڑا heavy mandate دیا ہے، ایسا نہ ہو کہ ایک دفعہ ہم پھر "بلے" پر جائیں اور آپ "شیر" کی طرف جائیں، وہاں پر آپ کے اور ہمارے صحت مندانہ مقابلے ہوں۔ بجائے اس کے کہ ہم برادری ازم کی طرف چلے جائیں، گل برادری، رانا برادری یا چودھری برادری اس base پر دوبارہ ہم 1985 کی طرف لوٹ جائیں تو یہ بہتر نہیں ہوگا۔ اب اگر ہم نے ایک کام کو شروع کیا ہے تو اس کو پایہ تکمیل تک پہنچانا چاہئے۔ اس وقت اسمبلی میں جو تمام پارٹیاں نمایاں ہیں یہ سب محب وطن پارٹیاں ہیں، انشاءاللہ تعالیٰ ہم سب مل جل کر ایک اچھی نرسری لے کر آئیں گے اور جو تھوڑا بہت ابہام ہو گا وہ بھی ہم مل بیٹھ کر دور کر لیں گے۔ اس کے علاوہ سپیشل کمیٹی سے بھی میری یہی گزارش ہے کہ جو ہم یہاں گزارش کرتے ہیں اس کی روح کو سمجھ کر اس طریقے سے اس بل کو پاس کریں کہ آئندہ آنے والی نسلیں یاد رکھیں کیونکہ اس بل نے ہماری اگلی نسلوں تک چلنا ہے۔ ہمارے ذمہ ایک کام لگ رہا ہے ہمیں اللہ تعالیٰ اس کام کو بہتر انداز سے سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کو بھی بہتر سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

جناب سپیکر: آپ کا بہت شکریہ۔ جناب محمد ارشد ملک (ایڈووکیٹ)!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے۔ حاجی محمد الیاس انصاری!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے۔ جناب ذوالفقار غوری!

جناب ذوالفقار غوری: جناب سپیکر! آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے لوکل گورنمنٹ بل پر بات کرنے کا موقع فراہم کیا لیکن کچھ کہنے سے پیشتر میں اپنی طرف سےاور Christian community کی طرف سے تمام معزز ممبران اور عملہ صوبائی اسمبلی کو عیدالفطر کی بہت بہت مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: مہربانی۔

جناب ذوالفقار غوری: جناب سپیکر! میں ان تمام معزز ممبران کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے مجھے عید کارڈ بھیجے بلکہ میں ان کا تہہ دل سے ممنون ہوں۔ میں چند تجاویز لوکل گورنمنٹ بل کے سلسلے میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس وقت جو مقامی حکومت کا بل لایا جارہا ہے اس میں میری تجویز یہ ہے کہ اس میں انتخابات غیر جماعتی بنیادوں پر ہونے چاہئیں۔ یہ اس لئے غیر جماعتی بنیادوں پر ہونے چاہئیں کیونکہ اس طرح لوگوں کو بہت زیادہ participation کا، شمولیت کا موقع ملے گا۔ اس کے علاوہ ہماری کوئی بھی سیاسی جماعت ہے جب اس کے process سے لوگ آئیں گے تو بہت سے ممبران اُٹھ کھڑے ہوں گے اور سیاسی جماعتوں میں بھی مقابلہ شروع ہو جائے گا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! دوسری بات یہ ہے کہ بہت سے لوگ جن کو پارٹی کا ٹکٹ مل جاتا ہے وہ تو خوش ہو جاتے ہیں، وہ لوگ جن کو ٹکٹ نہیں ملتا وہ پارٹی کے لئے ناراضگی کا باعث بن جاتے ہیں اس لئے میری یہ تجویز ہے کہ یہ الیکشن غیر جماعتی بنیادوں پر ہونے چاہئیں۔ اس کے بعد میں یونین کونسل سے متعلق بات کر رہا ہوں یہاں یہ شرط لگائی گئی ہے کہ اقلیتوں کا ایک نمائندہ ہونا چاہئے، اسی طرح سنا ہے کہ خواتین کی نمائندگی بھی ایک کی بجائے دو کر دی گئی ہے۔ میری بھی یہ گزارش ہے کہ اقلیتوں کے لئے بھی ایک کی بجائے دو سیٹیں کر دی جائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ بل کے مسودے میں لکھا ہوا ہے کہ پانچ سو یا اس سے زیادہ ووٹرز ہوں تب اقلیتوں کا ممبر بن سکتا ہے۔ اگر ہم پچھلے دور کی طرف جائیں، مثال کے طور پر میں سیالکوٹ کا رہنے والا ہوں، ضلع سیالکوٹ میں 124 یونین کونسلیں ہیں اور شہر سیالکوٹ کی 16 یونین کونسلیں ہیں۔ اسی طرح 124 یونین کونسلوں میں ہی تمام ممبران یعنی عورتیں اور اقلیتیں شامل تھیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ بعض گاؤں ایسے بھی دیکھے گئے ہیں جن میں ہماری آبادی بہت کم ہوتی ہے۔ یہاں پر اس بل میں ایک قدغن لگا دی گئی ہے کہ پانچ سو ووٹرز ہونے چاہئیں، میں یہ چاہوں گا اور میری یہ تجویز ہے کہ ووٹرز کی تعداد پانچ سو سے کم کرکے دو سو ووٹرز تک کر دی جائے۔ میں آپ کو اس کی مثال اس طرح سے دوں گا کہ ہمارے سیالکوٹ میں ایک چپڑال یونین کونسل

ہے وہاں پر یونین کونسل کے تقریباً چوبیس گاؤں ہیں لیکن ان چوبیس گاؤں میں کہیں اقلیتوں کے چار گھر ہیں کسی میں دس گھر ہیں، اس طرح یہ آبادی یا ووٹرز کم بن جاتے ہیں اس لئے میری یہ تجویز ہے کہ ووٹرز کی تعداد پانچ سو سے کم کر کے دو سو کر دی جائے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جو میونسپل کارپوریشن ہے اس میں اقلیتیوں کے لئے پانچ سیٹیں رکھی گئی ہیں اور یہ بھی قدغن لگا دی گئی ہے کہ ان کی تعداد اس سے زیادہ نہ ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ شہروں میں ہماری آبادی بہت زیادہ ہوتی ہے، مثال کے طور پر شہر سیالکوٹ میں تقریباً forty three thousand population Christian community کی ہے۔ اگر ہم پانچ سو کی بات کریں گے تو پھر پانچ ممبر اتنی بڑی آبادی کو کیسے کنٹرول کر سکتے ہیں؟ اس لئے میری یہ بھی تجویز ہے کہ ان کی تعداد پانچ سے زیادہ کی جائے تاکہ ہماری نمائندگی زیادہ سے زیادہ ہو سکے۔ یہ تو آپ سب کو پتا ہے کہ ہماری community کے جو مسائل ہیں وہ بہت زیادہ ہیں لیکن ہمارے وسائل بہت کم ہوتے ہیں، اس بات کو بھی مدنظر رکھا جائے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ میں یہ بات کروں گا کہ ہماری جو آبادی ہے اس کے متعلق خاص طور پر یونین کونسل کی سطح پر بات کی گئی ہے، ان کے جو مالی اور انتظامی اختیارات ہیں وہ بھی دینے چاہئیں، کہیں یہ نہ ہو کہ ان کو مالی اور انتظامی اختیارات حاصل نہ ہوں اور وہ ویسے ہی یونین کونسل میں بیٹھے ہوں۔ میں چونکہ grass root level سے یہاں تک پہنچا ہوں میں کونسلر بھی رہا ہوں، تحصیل کا ممبر بھی رہا ہوں اور اب خدا نے مجھے یہ موقع بخشا ہے کہ میں اس اسمبلی میں آپ کے ساتھ بیٹھ کر اپنی community کی خدمت کر سکوں اس لئے میں یہ بھی چاہوں گا اور میری یہ تجویز ہے کہ ان کو مالی اور انتظامی امور میں اختیارات ہونے چاہئیں۔ میں یہ بات بھی کرتا چلوں کہ یہ جو مقامی حکومت بل ہے اس میں جو پنچایت کا تصور پیش کیا گیا ہے یہ بہت اچھی بات ہے، پنچایت ہونی چاہئے اور اس پنچایت میں جو ہمارے elected members ہوں گے وہ بھی آئیں اس کے علاوہ گاؤں میں جو معزز لوگ ہوتے ہیں جیسے نمبر دار ہوتے ہیں، گاؤں میں وڈیرے ٹائپ لوگ بھی ہوتے ہیں ان کو بھی اس پنچایت میں لایا جائے تاکہ یہ پنچایت موثر کام کر سکے اور لوگوں کے کام وہیں پنچایت میں ہی ہو جائیں۔ ان کو تھانوں عدالتوں میں جانا ہی نہ پڑے اور پنچایت کے ذریعے ہی یہ فیصلے موثر ہو سکیں۔

جناب سپیکر! یہاں پر ہیلتھ اور ایجوکیشن کے متعلق بات ہو رہی تھی، پورا پاکستان جانتا ہے کہ ہیلتھ اور ایجوکیشن دو ایسے ادارے ہیں جن میں ہماری Christian community کا بہت بڑا role ہے اور کوئی اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ میں یہ بھی چاہوں گا کہ جب یہ ہیلتھ اور ایجوکیشن کمیٹیاں

بنائی جائیں تو ان میں جو پڑھے لکھے لوگ ہیں، experienced آدمی ہیں جو knowledgeable آدمی ہیں ان کو شامل کیا جائے۔ بہت بہت شکریہ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: جی، آپ کی بہت مہربانی۔

جناب محمد عارف عباسی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، میں نے آپ کو پہلے موقع دیا تھا لیکن آپ غیر حاضر ہو گئے تھے۔ اب عباسی صاحب دوبارہ تشریف لے آئے ہیں۔ وزیر آبپاشی سے میں گزارش کروں گا کہ ان کی بات کو غور سے سنا جائے کیونکہ انہوں نے پوائنٹ آف آرڈر پر مختصر سی بات کرنی ہے۔ اس کے بعد محترمہ نبیلہ حاکم علی خان نے بات کرنی ہے۔

جناب محمد عارف عباسی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیمo بہت شکریہ۔ جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے راولپنڈی کے حالات کے متعلق توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ اس وقت تقریباً راولپنڈی کا 80 فیصد علاقہ پانچ سے سات فٹ پانی میں ڈوبا ہوا ہے اور اس وقت نالہ لئی کی جو موجودہ condition ہے 23 فٹ پانی نالہ لئی میں آ چکا ہے اور لوگ ایک ایسے عذاب میں پھنس گئے ہیں جس کا اس سے پہلے شاید ہمیں راولپنڈی والوں کو تجربہ نہیں تھا۔ یہ صرف ایک دن کی بارش کی وجہ سے نہیں ہوا بلکہ اس کا سبب وہ سالہا سال کی نااہلی، بدعنوانی، لاپرواہی اور غیر ذمہ دارانہ رویہ ہے جو کہ راولپنڈی کی انتظامیہ کی طرف سے عوام کے ساتھ رکھا گیا ہے۔ اس وقت تو واسا کا ایم ڈی بھی۔۔۔

جناب سپیکر: چلیں! اب انہوں نے آپ کی بات سن لی ہے، اب ادھر سے جواب آنے دیں۔ آپ تشریف رکھیں۔ وزیر صاحب! آپ اس کے لئے کچھ کر رہے ہیں؟

جناب محمد عارف عباسی: جناب والا! میں اس کی تمام تفصیل بتا دیتا ہوں کہ وہاں کے مسائل کیا کیا ہیں؟ ان میں سے تین چار points انتہائی ضروری ہیں۔ Murree Brewery کے علاقے میں پچیس تیس گھر ایسے ہیں جہاں پر اگر دو فٹ پانی اور آ گیا تو وہ دریا بُرد ہو جائیں گے۔ اسی طرح اس وقت امرپورہ، آریاں محلہ، ملت کالونی۔۔۔

جناب سپیکر: آپ ان علاقوں کی لسٹ وزیر موصوف کو provide کر دیں kindly time save کریں، بڑی مہربانی۔

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان): جناب سپیکر! معزز ممبر نے جس نالہ کا ذکر کیا ہے اس کا بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ اس کے اندر encroachment ہے۔۔۔

جناب محمد عارف عباسی: جناب سپیکر! نالہ لئی سے ہٹ کر پورا شہر پانی میں ڈوبا ہوا ہے۔ صرف نالہ لئی کی بات نہیں ہو رہی۔

جناب سپیکر: عباسی صاحب! آپ ادھر سے لاہور کب تشریف لائے ہیں؟

جناب محمد عارف عباسی: جناب سپیکر! میں ابھی بھی رابطے میں ہوں۔

جناب سپیکر: جو جو علاقے متاثر ہوئے ہیں آپ ان کی لسٹ منسٹر صاحب کو provide کر دیں۔ مہربانی۔ جی، منسٹر صاحب!

وزیر آبپاشی (میاں یاور زمان): جناب سپیکر! یہ جس نالہ کی بات کر رہے ہیں اس کا بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ وہاں پر encroachment ہوئی ہے۔ نالے کے جو قدرتی راستے ہیں لوگوں نے encroachment کر کے وہ بند کئے ہوئے ہیں جس وجہ سے پانی overflow کر جاتا ہے۔ جب مون سون کی بارشیں ہوتی ہیں تو کافی کوشش کی جاتی ہے کہ لوگوں کو وہاں سے ہٹایا جائے لیکن اس کے باوجود وہ لوگ وہاں سے نہیں ہٹتے اور سارا سال ہی یہ پریکٹس رہتی ہے جس وقت لوگوں کو ہٹایا جاتا ہے تو پھر وہ دوبارہ اپنی جگہ پر واپس آ جاتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہم کوشش کریں گے کہ ان راستوں کو clear کرایا جائے تاکہ آئندہ یہ مسئلہ پیدا نہ ہو سکے۔ اگر اس کے علاوہ کوئی اور معاملہ ہے یا کسی اور نالے کی بات کرتے ہیں تو یہ میرے ساتھ discuss کر لیں۔

جناب سپیکر: عباسی صاحب! آپ منسٹر صاحب سے علیحدہ ملاقات کر کے discuss کر لیں۔ چونکہ اب ان کا ٹائم ہے مہربانی۔

جناب محمد عارف عباسی: جناب سپیکر! منسٹر صاحب جو بات کر رہے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: عباسی صاحب! ایسے نہیں۔ آپ ادھر منسٹر صاحب کے پاس ایک منٹ کے لئے آ جائیں۔ میں آپ کو ان کے پاس بیٹھنے کی اجازت دیتا ہوں۔ جی، محترمہ نبیلہ حاکم علی خان!

محترمہ نبیلہ حاکم علی خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے موقع دیا۔ میں سب سے پہلے یہ بات کروں گی کہ ہم کافی دنوں سے لوکل گورنمنٹ بل پر بحث کر رہے ہیں اور ہم سب اس کوشش میں ہیں کہ اس وقت ہمارے ملک کے جو حالات ہیں، جن مسائل میں ہماری عوام

گھری ہوئی ہے، مہنگائی کا جال ہر طرف پھیلا ہوا ہے۔ ان مسائل اور ناگہانی آفات کے اندر گھری ہوئی عوام کے لئے اگر ہم اس وقت relief یا کسی صورت میں کوئی آسانی پیدا کر سکتے ہیں تو ہمارے پاس ایک یہ بھی موقع ہے کہ ہم اس صورت میں لوکل گورنمنٹ کا ایک اچھا سسٹم اور اچھا نظام لا کر ان کے حلقے میں local level پر ان کی وہ پریشانیاں اور مسائل جن کے لئے ان کو بار ہا بہت سارے دروازے کھٹکھٹانے پڑتے ہیں، بہت سارے بیوروکریٹک آفیشلز کے پاس جانا پڑتا ہے۔ اگر ہمارے پاس ایک اچھا نظام ہو جو ان کو اپنے دروازے پر، اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے ان کے بہت سارے ایسے مسائل جو بہت چھوٹی چھوٹی نوعیت کے ہوتے ہیں لیکن ان کے لئے اس لئے بڑے بن جاتے ہیں کہ ان کے لئے وہ فاصلے طے کرنا اور ان جگہوں پر پہنچنا بہت مشکل ہوتا ہے اس لئے ہم نے بہت باتیں کیں کہ اختیارات کی منتقلی نچلی سطح پر ہونی چاہئے۔ میں خود بھی دو دفعہ ممبر ڈسٹرکٹ کونسل رہ چکی ہوں اس حوالے سے میرا خود بھی بہت experience ہے۔ میں نے سب سے پہلے یونین کونسل کے نظام میں قدم رکھا اس کے بعد ممبر ڈسٹرکٹ کونسل پھر چیئر پرسن تو میں نے یہ سارا process خود طے کیا ہے اس لئے مجھے پتا ہے کہ وہاں مقامی سطح پر کس طرح کے مسائل ہیں۔ آپ بچے کی پیدائش پر جو رجسٹریشن کرانے جاتے ہیں یا موت کی رجسٹریشن کرانے جاتے ہیں تو ہر چیز کے لئے آپ کو کتنا تردد کرنا پڑتا ہے۔ یہ ہم سب جانتے ہیں اس لئے یہ بہت ضروری ہے کہ ہم ان چیزوں کو ممکن بنائیں کہ اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے، اپنی locality میں رہتے ہوئے اپنے منتخب نمائندوں تک آپ کی approach کو آسان بنایا جائے۔

جناب سپیکر! ہماری ساری بحث اسی بات پر ہو رہی ہے کہ ہم اختیارات کی division کس طرح کرنا چاہتے ہیں۔ لوکل گورنمنٹ بل پیش ہوا ہم سب نے دیکھا کہ اس کو roll کر کے پیش کیا گیا ہے اور اس میں کسی بات کی وضاحت نہیں کی گئی، کسی اختیار کی وضاحت نہیں کی گئی۔ اگر کہیں اختیار دیا گیا ہے تو اس کے بعد گورنمنٹ کا اس پر اس طرح سے check رکھ دیا گیا ہے جو نظر آتا ہے کہ تمام اختیارات پنجاب گورنمنٹ خود استعمال کرے گی۔ یہاں پر جن مسائل کی نشاندہی کی گئی ہے repetition ہے لیکن میرا خیال ہے کہ وہی باتیں ہیں جو سب نے کی ہیں ہم سب کی یہی خواہش ہے اور ہم سب اس مقصد کے لئے یہاں پر آئے ہیں کہ ہم ایک comprehensive نظام کی تشکیل کر سکیں۔ بے شک جب ہم کسی بحث میں حصہ لیتے ہیں تو بحث کے بعد جو چیزیں سامنے آتی ہیں وہ ایک اچھے قانون کی بنیاد رکھنے کے لئے، اس کی افادیت کے لئے ہم سب کو اس میں موقع ملتا ہے کہ ہم اس میں participate کریں، اپنے اپنے خیالات کا اظہار کریں۔ یہاں پر جو چیدہ چیدہ مسائل discuss ہوئے ان میں سب سے پہلی بات party

basis پر الیکشن کی ہوئی۔ میرے خیال میں یہ بات صرف اپوزیشن کی طرف سے نہیں ہوئی بلکہ حکومتی بنچوں سے بھی mostly لوگوں نے بات کی ہے۔ مجھے خود بھی موقع ملا اور میں نے سٹینڈنگ کمیٹی کی ایک دو میٹنگز attend کیں وہاں پر مجھے خوشی ہوئی کہ ہمارے بہت سارے حکومتی ممبران نے بھی اس خواہش کا اظہار کیا کہ یہ الیکشن جماعتی بنیادوں پر ہونے چاہئیں۔ میں بھی اسے recommend کروں گی، suggest کروں گی اور request کروں گی کہ یہ الیکشن جماعتی بنیادوں پر ہونے چاہئیں۔

جناب سپیکر! میں نے شروع میں اختیارات کے حوالے سے بات کی تھی اسی کو آگے بڑھاؤں گی کہ جب ہم لوکل گورنمنٹ بل پڑھتے ہیں تو اس میں اختیارات کی وضاحت کہیں نہیں کی گئی۔ اس میں ہمارے آفیشلز اور منتخب نمائندوں کے کردار اور اختیارات کی وضاحت پوری طرح نہیں کی گئی۔ اگر یہ وضاحت کر دی جائے تو گورنمنٹ اور گورنمنٹ ملازمین کے clashes کافی حد تک کم کئے جا سکتے ہیں۔ اسی طرح سے لوکل گورنمنٹ کا جو نظام ہے میں سمجھتی ہوں کہ اس کی locality میں جو اختیارات ہیں ان میں ٹیکس لگانے کا اختیار، اس کی وصولی کا اختیار اس کے بعد اس کی distribution بھی انتہائی ضروری ہے۔ خصوصی طور پر department level پر جیسے پرائمری ایجوکیشن ہے، صحت ہے، صاف پانی، سینی ٹیشن اور سالڈ ویسٹ مینجمنٹ کے لئے فنڈز کی ایک حد مقرر کی جانی چاہئے۔ جیسے ابھی میرے ایک بھائی نے بھی ذکر کیا کہ local level پر جب ہمیں فنڈز کی allocation ہو تو یونین کونسل level پر بھی یہ چیز ہونی چاہئے کہ ان کے بنیادی مسائل جن کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے ان کے حل کے لئے ایک رقم مختص کی جانی چاہئے جو direct یونین کونسلز میں جائے تاکہ وہ اپنے ان بنیادی مسائل کو خود حل کر سکیں۔

جناب سپیکر! ہمیشہ جب کوئی بات ہوتی ہے تو ہمیں کسی اور کے بنائے ہوئے قانون میں زیادہ خامیاں نظر آتی ہیں لیکن میں سمجھتی ہوں کہ ان میں جو اچھی چیزیں ہوں انہیں ضرور مان لینا چاہئے۔ آرڈیننس 2001 میں سٹیزن کمیونٹی بورڈ کا ایک نظام تھا میں نے خود اپنا ایک بورڈ رجسٹرڈ کرایا تھا اور اس کے ذریعے وہاں پر ایک دستکاری سکول اور فری ڈسپنسری بھی چلا رہی ہوں، ہم اس طرح سے کمیونٹی کو involve کر سکتے ہیں۔ جب آپ کی جیب سے پیسا جاتا ہے تو آپ کو اس کا احساس بھی زیادہ ہوتا ہے اس لئے میں سمجھتی ہوں کہ اس طرح کے پراجیکٹس شروع کرنے سے، جب آپ کمیونٹی کو involve کرتے ہیں تو ان کو پتا ہوتا ہے کہ ہم نے اس کا خیال بھی رکھنا اور اس کی ڈویلپمنٹ کے لئے کام بھی کرنا ہے۔ یہ ایک میچنگ گرانٹ ہوتی تھی جو 20 فیصد کمیونٹی سے اور 80 فیصد گورنمنٹ سے ملتی تھی اس کے

تحت آپ اپنے حلقوں میں چھوٹے چھوٹے منصوبے شروع کر سکتے تھے اور اس طرح کے منصوبوں کی بہت افادیت ہے۔ میں نے اپنے ایک منصوبے کا ذکر کیا ہے لیکن میں اپنے ضلع ساہیوال کی مثال ضرور دوں گی کہ ہمارے ساہیوال اور چیچہ وطنی سائیڈ تک کوئی پانچ سے چھ ڈی پی ایس level کے سکول سٹیزن کمیونٹی بورڈ کے through بنے۔ میں اس بورڈ آف گورنرز کی بھی ممبر ہوں، اس میں ہمارے اپنے ہی لوگوں نے اپنی زمین میں سے کچھ ایکڑ دے دیئے۔ اس کے بعد میچنگ گرانٹ اور سٹیزن بورڈ کے through وہ سکول بنے۔ اب ان سکولوں میں جو بچے afford کر سکتے ہیں ان سے فیسیں لی جا رہی ہیں اور جو بچے afford نہیں کر سکتے لیکن اچھے اور ہونہار طالب علم ہیں تو ان کے لئے مفت تعلیم کے لئے بھی وہاں پر ایک کلاس شروع کی گئی ہے۔ میں یہ سمجھتی ہوں کہ ہم سب کو یہ بات ضرور ذہن میں رکھنی چاہئے کہ جب بات ویلفیئر کی ہو، جب بات عوام کی بھلائی کی ہو، ایجوکیشن کی ہو تو ہم سب کو سب سے پہلے یہ قدم اٹھانا چاہئے اور اس کا حصہ بننا چاہئے۔ میں آپ کی وساطت سے ایوان کے تمام معزز ممبران سے یہ request کروں گی کہ سٹینڈنگ کمیٹی کے جو بھی ممبر ہیں وہ اپنی سفارشات میں اس چیز کو بھی شامل کریں تاکہ کمیونٹی کی involvement ہو۔ میں سمجھتی ہوں کہ اس میں عوام کی جتنی زیادہ شمولیت ہوگی ہم اتنے ہی بہتر نتائج حاصل کر سکیں گے۔

جناب سپیکر! ایجوکیشن اور ہیلتھ اتھارٹی پر بہت بات ہوئی۔ یہ اسی طرح ہی ہے کہ جب بجٹ کے موقع پر دانش سکولوں کی بات ہوتی تھی تو اُدھر سے ہمیں feel ہوتا تھا کہ سب کے منہ تھوڑے سے بن رہے ہیں۔ اس کو بار بار اس لئے discuss کیا جا رہا ہے کہ اگر آپ کے پاس محکمے موجود ہیں اور اگر آپ کے پاس منتخب teams موجود ہیں تو پھر authorities کی ضرورت کیا ہے؟ اس طرح تو پھر محکموں کی کارکردگی صفر ہو جائے گی اور اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کے پاس کوئی اختیار نہیں رہے گا۔ اسی طرح منتخب نمائندوں کے پاس بھی کوئی اختیار ہے اور نہ ہی ارباب اختیار لوگ یہ اختیار دینا چاہتے ہیں۔ اس سے کیا intention ظاہر ہو رہی ہے ہمیں ان چیزوں کے بارے میں سوچنا چاہئے؟ میرا خیال ہے کہ یہ قابل فکر بات ہے کہ منتخب نمائندوں کو پیچھے چھوڑ کر authorities کو involve کریں یا ان کو زیادہ empower کریں۔ ہمیں اپنے نظام، عوام اور منتخب نمائندوں کو empower کرنا ہے۔ جب تک ہم اپنا نظام، اپنی حکومت اور اس کے اختیارات منتخب نمائندوں کو نہیں دیں گے تو اُس وقت تک بہتر نتائج حاصل نہیں کر سکیں گے۔ میں نے اپنی تقریر میں صرف خاص خاص چیزوں کو highlight کیا ہے تاکہ repetition نہ ہونے پائے۔

جناب سپیکر: جی، شاباش۔

محترمہ نبیلہ حاکم علی خان: جناب سپیکر! ہم امید کرتے ہیں کہ جس طرح سے ایوان میں gesture show کیا جارہا ہے کہ حزب اختلاف کی بہتر تجاویز کو اس Bill میں شامل کیا جائے گا تو میں امید کرتی ہوں کہ ہماری گزارشات اور تجاویز کو شامل کرتے ہوئے ایک جامع Bill منظور کیا جائے گا۔ میں اپنی تقریر کا اختتام اس شعر کے ساتھ کروں گی کہ:

منزلیں اُن کا مقدر کہ طلب ہے جن کو
بے طلب لوگ تو منزل سے گزر جاتے ہیں

ہم نے اپنی تجاویز دے دی ہیں لیکن اگر پھر بھی اس Bill کو amend کئے بغیر اسی طرح پاس کر دیا جاتا ہے تو پھر میں اس بارے میں یہ کہوں گی کہ "جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے" بہت شکریہ

جناب سپیکر: بڑی مہربانی۔ محترمہ تمکین اختر نیازی صاحبہ!

محترمہ تمکین اختر نیازی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں Education and Health Authorities کے حوالے سے تجویز دینا چاہتی ہوں۔ یہ اچھی تجویز ہے کہ Health Authorities کو empower کیا جا رہا ہے تاکہ وہ اپنی policies کو successfully implement کر سکیں۔ میں elected ممبران پر مشتمل Standing Committee بنانے کی تجویز دوں گی تاکہ وہ اپنا ایک definite role play کر سکیں۔ جیسے پہلے District Health, Revenue and Education Officer appoint کئے جاتے ہیں اسی طرح سے سیکرٹری appoint کیا جائے۔ وہ ایک government servant ہو لیکن non-voting member ہونا چاہئے۔

جناب سپیکر! جہاں تک development, finance and planning کی بات ہے تو اس کو چیئرمین ضلع کونسل head کریں اور ڈپٹی کمشنر صاحبان اپنے پہلے role کے ساتھ voting member بھی ہوں اور وہ بطور سیکرٹری کام کریں۔ ادھر بھی Standing Committee بنائی جانی چاہئے۔ اس میں elected members شامل ہوں جو اپنا ایک definite role play کر سکیں اور ان کو یہ feel نہ ہو کہ ہمیں اس سے باہر رکھا گیا ہے۔ میں یہ کہوں گی کہ development and

current budgetچیئرمین ضلع کونسل کیapprovalکے ساتھcounter signed by the Deputy Commissioner prevailکرنا چاہئے۔

جناب سپیکر!اس کے علاوہ میں یہ سمجھتی ہوں کہcompetent professionalsکی ایکteam hireکرکے ادھرinductکرنی چاہئے جوpolicies implementکرنے کے لئے ان کی مدد کرے۔یہ ایک اچھی تجویز ہے اور اس پرimplementکرنے میں مجھے کوئی مشکل نظر نہیں آتی۔بہت شکریہ

محترمہ سعدیہ سہیل رانا:جناب سپیکر!پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر:یااللہ خیر۔جی،فرمائیں!

محترمہ سعدیہ سہیل رانا:جناب سپیکر!میں ایک اہم چیزpoint outکرنا چاہتی ہوں۔یہ معاملہ بچیوں کا ہے اور بہت ضروری ہے۔سانگلہ ہل سے تعلق رکھنی والی ایک بچی ناشکہ ذوالفقار نے لاہور بورڈ سے میٹرک کے امتحان میں1021نمبر لے کر اوّل پوزیشن حاصل کی ہے۔۔۔

جناب سپیکر:منسٹر صاحب!اس کو نوٹ کریں اور پھر وزیر تعلیم کے نوٹس میں یہ بات لائیں۔

محترمہ سعدیہ سہیل رانا:جناب سپیکر!میں یہ عرض کر رہی تھی کہ ناشکہ ذوالفقار نے1021نمبر لے کر اوّل پوزیشن حاصل کی ہے اور دوسری طرف سے بیکن ہاؤس سکول سسٹم ٹھوکر نیاز بیگ سے ایک لڑکے سرمد وقار ہاشمی نے بھی اوّل پوزیشن حاصل کی ہے۔دونوں بچوں کو پہلا انعام ملا لیکن بیرون ملک تعلیمی دورے کے لئے لڑکے سرمد وقار ہاشمی کو بھیج دیا گیا اور ناشکہ ذوالفقار کوignoreکر دیا گیا ہے۔ہم سب بہنیں جو اس وقت ایوان میں بیٹھی ہیں ناشکہ ذوالفقار کے ساتھ اظہار یکجہتی کرتی ہیں اور یہ چاہتی ہیں کہ اس بچی کے ساتھ جو ناانصافی ہوئی ہے اس کا ازالہ کیا جائے۔

جناب سپیکر:یہ معاملہ آپ وزیر تعلیم کو بھیجیں۔رانا منور غوث صاحب!اب آپ گوہر افشانی فرمائیے گا۔ان کا مائیکonکریں۔

رانا منور حسین المعروف رانا منور غوث خان:جناب سپیکر!1998میں لوکل گورنمنٹ کے الیکشن ہوئے تھے اور اُس وقت قائد محترم میاں محمد نواز شریف کی حکومت تھی۔اس وقت پوریstrengthکے ساتھ لوکل گورنمنٹ اپنیperformanceدے رہی تھی اور پھر1999میں جمہوریت پر شب خون مارا گیا اور لوکل گورنمنٹ کے اداروں کو بھی توڑ دیا گیا۔اس کے بعد پھر ایک این آر بی بنائی گئی

جس نے پورے ملک کے سسٹم کو collapse کرنے کی کوشش کی تھی۔اس کے بعد پھر Local Government Ordinance, 2001 کے تحت الیکشن ہوئے۔اس وقت میں تحصیل ناظم منتخب ہوا۔ہمارے ضلع سرگودھا اور اس کی پانچوں تحصیلوں کے ناظم ڈکٹیٹر کی منشا کے خلاف منتخب ہو گئے۔جب ضلعی حکومتیں وجود میں آئیں اور تحصیل حکومتیں بنیں تو عوام کو دربدر ہونا پڑا کیونکہ اداروں کو توڑ مروڑ کر رکھ دیا گیا تھا۔اس وقت لوگوں کے مسائل اتنے گھمبیر ہو گئے تھے کہ ان کو پتا ہی نہیں تھا کہ ہم نے ڈی سی او، ضلع ناظم یا پھر کون سے ای ڈی او کے پاس جا کر اپنے مسائل پیش کرنے ہیں؟آج میں اپنے قائد میاں محمد شہباز شریف کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے لوکل گورنمنٹ کا ایک خوبصورت نظام بنا کر اسمبلی میں بھیجا ہے اور اس پر بحث کرنے کے لئے اسمبلی کے ہر ممبر کو موقع فراہم کیا ہے۔

جناب سپیکر!میں آپ کو بھی خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ آپ خندہ پیشانی سے ان معاملات کو سُن رہے ہیں اور نوٹ کر رہے ہیں۔اسی طرح ہماری Special Committee کے چیئرمین بھی اس بارے میں notes لے رہے ہیں۔

جناب سپیکر:اُن کے ہاتھ میں پنسل اور نہ ہی اُن کے سامنے کاغذ ہے تو پھر وہ notes کس طرح لے رہے ہیں؟

رانا منور حسین المعروف رانا منور غوث خان:جناب سپیکر!اس وقت میں یہ گواہی دے سکتا ہوں کہ جناب چیئرمین نے پنسل علامہ اقبال کی طرح اپنے منہ میں لی ہوئی ہے اور وہ notes لے رہے ہیں۔جمہوریت اور جمہوری اداروں کو مضبوط کرنے کے لئے لوکل گورنمنٹ کی نرسری اہم کردار ادا کرتی ہے۔بنیادی طور پر جمہوریت کو پروان چڑھانے کے لئے یہ ایک جمہوری ٹریننگ ہے جو کہ لوکل گورنمنٹ کے اداروں اور الیکشن سے لوگوں کو حاصل ہوتی ہے۔ایوان میں بہت سے لوگوں نے یہ کہا کہ ہم لوکل گورنمنٹ کے اداروں سے استفادہ کرتے ہوئے اسمبلی تک پہنچے ہیں۔جب 2001 کے الیکشن میں یونین کونسل، تحصیلوں، ضلعی سطح پر ناظم اور نائب ناظم منتخب ہوئے تو اس سے grass root level پر لوگوں کو بہت فائدہ ہوا۔اس وقت بہت سی developments رونما ہوئیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ اداروں کے نقصانات بھی ہوئے ہیں۔دس سال بعد اس کے جو negative points سامنے آئے وہ پوری دنیا نے دیکھے ہیں۔

جناب سپیکر! اس وقت اس Local Government Bill میں میونسپل کمیٹی کی حدود و قیود اور اس کے لئے جو آبادی کی شرط بتائی گئی ہے وہ 30 ہزار سے لے کر 5 لاکھ تک ہے۔ آپ کے توسط سے گورنمنٹ پنجاب اور چیئرمین سپیشل کمیٹی سے میری یہ گزارش ہوگی کہ آبادی کی یہ حد 30 ہزار سے لے کر 3 لاکھ تک کی جائے کیونکہ ڈسٹرکٹ کی سطح کے شہروں کی آبادیاں اور تحصیلوں کے بڑے شہروں کی آبادیاں اس سے استفادہ کر سکیں۔ آپ نے اس میں جو وارڈ بندی کا سسٹم رکھا ہے اُس کو میں appreciate کرتا ہوں۔

جناب سپیکر! حکومت نے لوکل گورنمنٹ بل 2013 میں یونین کونسل کی آبادی کی جو شرح بتائی ہے میں اُس سے اتفاق نہیں کرتا۔ میری یہ تجویز ہے کہ 20 ہزار سے لے کر 30 ہزار کی آبادی پر مشتمل یونین کونسل بنائی جائے کیونکہ ہم نے یہ دیکھا ہے کہ اب چونکہ اس وقت آبادی بڑھ رہی ہے اور کافی عرصہ سے ہماری census declare نہیں ہوئی تو اگر حکومت 20 ہزار سے لے کر 30 ہزار کی آبادی پر مشتمل ایک یونین کونسل بنائے گی تو یقیناً وہی یونین کونسلز اپنی اصل شکل میں رونما ہوں گی جو پہلے سے بنی ہوئی ہیں۔ پچھلے ادوار میں ہمارے پٹوار سرکل کو break کیا جاتا رہا ہے لیکن اس لوکل گورنمنٹ بل میں یہ بتایا گیا ہے کہ پٹوار سرکل کو break نہیں کیا جائے گا۔ اگر پٹوار سرکل کو break نہیں کیا جاتا تو بہتر طریقے سے یونین کونسل بن سکے گی۔

جناب سپیکر! اس وقت اس بل میں Village Council کا نظام رائج کرنے کے لئے جو تجویز آئی ہے تو میں اس بل کو پوری طرح سے study کرنے کے بعد اس کو پوری طرح سے endorse کرتا ہوں کہ یہ Village Council ہونی چاہئے، پنچایت ہونی چاہئے لیکن اُس پنچایت میں جو چیئرمین یونین کونسل ہوگا، جو چیئرمین ڈسٹرکٹ کونسل ہوگا، ڈپٹی کمشنر ہوگا اور اسسٹنٹ کمشنر ہوگا ان چار بندوں کی رائے ہونی چاہئے۔ اگر آپ ایک خاص شخص کو اس میں بااختیار بنا دیں گے کہ وہ Village Council کے لوگوں کو nominate کرے تو اُس میں بہت سی ناانصافیاں ہوں گی۔ اس پنچایت کو منتخب کرنے کے لئے ضلع کی سطح پر ایک چار رُکنی کمیٹی ہونی چاہئے جو ہر یونین کونسل میں Village Council Punchayat کو nominate کرے۔

جناب سپیکر! ضلع کونسل کے نظام کو بہتر بنانے کے لئے دوبارہ سے ضلع کونسل کی بحالی پنجاب حکومت کا ایک قابل تحسین اقدام ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس ضلع کونسل کو بحال کرنے سے ایک تو چیئرمین یونین کونسل کی دو جگہ پر نمائندگی ہوگی اس لئے یہ بہتر اقدام ہے۔ دوسری بات یہ ہے

کہ ضلع کونسلوں کو جو پہلے توڑ مروڑ دیا گیا تھا تو اب ضلع کونسل بننے سے ضلع کے لوگوں کو ضلع میں نمائندگی ملے گی اور developmentکا بہتر طریق کار بنے گا۔

جناب سپیکر! میں آخر میں Education and Health Authority بنانے پر پنجاب حکومت کو خراج تحسین پیش کروں گا کہ انہوں نے اس چیز کو اس بل میں شامل کیا تو میں سمجھتا ہوں کہ لوگوں کو تعلیم اور صحت کے مسائل کے حل کے لئے پورے پنجاب سے لاہور تک نہیں آنا پڑے گا بلکہ یہ مسائل ضلع کی سطح پر ہی انشاء اللہ resolve ہوں گے تو چیف منسٹر صاحب کا یہ ایک احسن اقدام ہے اور اس بل میں یہ ایک بہت بڑی خاصیت ہے۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: آپ کی بڑی مہربانی۔ جی، سید علیم علی شاہ صاحب!۔۔۔ نہیں ہیں۔ جمیل حسن خان منج صاحب!

جناب جمیل حسن خان: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! اس بل کے اوپر کافی بحث ہو گئی کیونکہ کافی دنوں سے یہ سلسلہ چل رہا ہے اور اس پر بہت سی تجاویز آ رہی ہیں جن میں سے کچھ تجاویز قبول ہوں گی اور کچھ تجاویز قبول نہ ہوں گی۔ آج رانا محمد ارشد صاحب کہہ رہے تھے کہ وائس چیئرمین کو اختیارات دیئے جائیں تو مجھے تو اب تک یہ نظر نہیں آیا کہ چیئرمین کے پاس بھی کوئی اختیار ہے کیونکہ چیئرمین کو ہی بے اختیار رکھا گیا ہے تو وائس چیئرمین کو کیا اختیار ملے گا؟ میں یہ عرض کروں گا کہ ہمارا یہ لوکل گورنمنٹ سسٹم لوگوں کی فلاح کے لئے ہے۔ میں آپ کے سامنے ایک انتہائی اہم مسئلہ رکھتا ہوں اور آپ سمجھیں گے کہ شاید گڈ خان پولیس ایکٹ میں کوئی ترمیم کرانا چاہ رہا ہے۔ میں پولیس ایکٹ میں ترمیم نہیں کرانا چاہ رہا۔ یہ بات آپ کے علم میں ہو گی کیونکہ آپ بھی ماشاء اللہ الیکشن جیت کر آئے ہیں آپ کو community کا پتا ہے کہ کیا سسٹم چل رہا ہے۔ میں تھانے کے اندر "ناقابل دست اندازی پولیس جُرم" کے الفاظ سُن رہا ہوں۔ ہر آنے والی حکومت کہتی ہے کہ ہم غریبوں کو سستا انصاف فراہم کریں گے لیکن آج تک اس ملک کے اندر یہ نہیں سوچا گیا کہ "ناقابل دست اندازی پولیس جُرم" کے الفاظ کہاں سے آئے اور کدھر جائیں گے؟ انگریز لوگ برصغیر پر حکمرانی کرتے رہے انہوں نے اپنے لئے اور قانون بنایا اور ہمارے لئے اور قانون بنایا۔ وہ تو کہتے ہیں کہ اگر کسی کے منہ پر کوئی تھپڑ مار دے تو وہ "دست اندازی پولیس جُرم" ہے تو ہمارے لئے قانون یہ چل رہا ہے کہ کسی کے سر میں کلہاڑی مار دو اگر وہ کلہاڑی دو انچ تک سر کے اندر نہ جائے تو وہ "ناقابل دست اندازی پولیس جُرم" ہے تو میری یہ گزارش ہے کہ

جب کسی آدمی کو گلی میں گھسیٹا جائے، اُس کو مارا جائے، اُس کے کپڑے پھاڑے جائیں یا اُس کو بے عزت کیا جائے تو وہ معاملہ "دست اندازی پولیس جُرم" ہونا چاہئے۔

جناب سپیکر: اُس کے لئے اور دفعات ہیں اور جب کوئی کسی کو اس طرح سے گھسیٹتا ہے تو وہ دفعات اُسی وقت جاری ہو جاتی ہیں۔

جناب جمیل حسن خان: جناب سپیکر! میں عرض کروں گا کہ پولیس کو اور اختیار دینا یا نہ دینا تو بعد کی بات ہے میں چاہوں گا کہ اُس آدمی کو عدالت میں جا کر وہاں سے آرڈر نہ لانا پڑے بلکہ یہ معاملہ یونین کونسل کے چیئرمین یا مصالحتی کمیٹی میں جائے اور پولیس اُن سے پوچھے کہ یہ معاملہ "قابل دست اندازی پولیس جُرم" ہے یا نہیں ہے؟ اس کا تعین منتخب نمائندے کریں کہ اس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے یا نہیں ہوئی۔ اگر وہ بندہ عدالت میں جائے گا اور دس ہزار روپیہ خرچ کرے گا تو عدالت وہ معاملہ پھر پولیس کے پاس بھیجے گی کہ بتاؤ یہ معاملہ ٹھیک ہے یا غلط ہے؟ پورے پنجاب اور پورے پاکستان کے اندر یہ بہت بڑا مسئلہ ہے تو پولیس ایسا معاملہ منتخب نمائندوں کے پاس بھیج کر پوچھے کہ اس کا مقدمہ درج کیا جائے یا نہ کیا جائے تاکہ ہم اس سسٹم سے سب سے زیادہ استفادہ کر سکیں۔ آپ پنچایت یا مصالحتی کمیٹی، جو بھی بنائیں اس کا اختیار یونین کونسل کی سطح پر دے دیں اور وہ ایسے جرم کو دیکھیں۔ یہ انتہائی اہم معاملہ ہے اس سے دنیا جہان کو فائدہ پہنچے گا اور خاص طور پر اُن لوگوں کو فائدہ پہنچے گا جو جوتے بھی کھاتے ہیں اور اُن کے پاس عدالت میں جانے کے لئے دس ہزار روپے بھی نہیں ہوتے۔

جناب سپیکر! دوسری بات یہ ہے کہ اس بل میں Education and Health Authorities کا نام آیا ہے تو میری یہ گزارش ہے کہ یہ دونوں authorities, elected members پر مشتمل ہونی چاہئیں۔ ہمارے ڈسٹرکٹ کونسل کے ممبران جو qualified ہوں اور ایسے معاملات کو tackle کر سکتے ہوں تو اُن پر مشتمل یہ authorities قائم کی جائیں تاکہ عوامی نمائندے عوام کو فائدہ پہنچا سکیں۔ میرے خیال میں بہت ہی اچھا ہو گا کہ اگر لوکل باڈیز انتخابات غیر جماعتی بنیادوں پر کروائے جائیں۔ بہت مہربانی۔

جناب سپیکر: جی، آپ تمام معزز ممبران کا بہت شکریہ۔ اب اجلاس بروز جمعرات مورخہ 15۔اگست 3 بجے سہ پہر تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔